کتب فضائل پر اشکالات اور اُنکے جوابات

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ کی

شہرۂ آفاق تصنیفات

فضائل قرآن، فضائل رمضان، فضائل تبلیغ، حکایات صحابہؓ

فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل حج، فضائل صدقات، فضائل درود

پر کیے جانیوالے اشکالات کا محاسبہ اور اُنکے خالص علمی و تحقیقی جوابات

از قلم: حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ

تقدیم و ترتیب: محمد شاہد سہارنپوری مدرس مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ حکیمان و مفتیان سہارنپور

کتبِ فضائل پر اشکالات اور اُن کے جوابات

یعنی

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ کی

شہرۂ آفاق تصنیفات

فضائل قرآن، رمضان، تبلیغ، حکایات صحابہ، نماز، ذکر، حج،

صدقات، درود شریف، پر کیے جانے والے اشکالات کا محاسبہ

اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات

از قلم

حضرت اقدس شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ

مقدمہ اور ترتیب

محمد شاہد سہارنپوری

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور (یو پی)

فہرست مقدمہ

نام کتاب ——— کتب فضائل پر اشکالات اور انکے جوابات

از قلم ——— حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ

مقدمہ اور ترتیب ——— محمد شاہد سہارن پوری

کتابت ——— محمد اسلام انجم کاتلوی

طباعت ——— محبوب پریس دیوبند

قیمت ——— 5/50

ناشر ——— کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

مقدمہ

اَلحمد للہِ وَکفیٰ وَسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :

اما بعد :۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی پوری حیات طیبہ کو تین اہم بابوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تزکیہ و اصلاح خلق۔ کوئی شک نہیں کہ انھوں نے ان تینوں کا مکمل طریقہ سے حق ادا کر دیا اور بتلا دیا کہ درس و تدریس (جو انتہائی انضباط وقت اور ذہنی سکون کو چاہتا ہے۔ اور تصنیف و تالیف جو انتہائی یک سوئی اور دل و دماغ کی تمام قوتوں کی طالب ہوتی ہے۔ اور تزکیہ نفس و اصلاح خلق جیسا بلند ہمتی چاہنے والا عظیم کام)، ان سب کو باہم جوڑا بھی جا سکتا ہے۔

ان میں تیسرے اور آخری باب کے متعلق زیادہ وضاحت اس وجہ سے نہیں کی جا سکتی کہ اس کا کوئی ریکارڈ ہمارے پاس نہیں۔ کوئی رجسٹر اور یادداشت ایسی نہیں جن کے دیکھنے سے یہ پتہ چل جائے کہ اس طویل عرصہ میں (جس کا سلسلہ الحمد للہ اب بھی زور شور سے قائم ہے) کتنی بڑی مخلوق نے حضرت شیخ کے دامن سے وابستگی اختیار کی اور کتنے ہزاروں افراد نے اپنے دل کی دنیا بدل ڈالی۔

ہاں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت کم ہوں گے وہ مقامات جہاں انکے منتسبین اور فیض یافتہ موجود نہ ہوں۔ اور ان سے تعلق اور روحانی رشتہ رکھنے والے نہ ہوں۔

لیکن اوّل کے دو باب درس و تدریس، تصنیف و تالیف" پر بہت کچھ لکھا جا چکا اور مزید لکھا جا سکتا ہے۔

مختصراً چند سطور میں اعداد و شمار کی حیثیت سے یہاں بھی لکھا جاتا ہے

آں مخدوم کی تعلیم کا آغاز ۱۳۲۵ھ سے ہو کر ۱۳۳۶ھ پر منتہی ہوا۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی۔ مولانا عبد الوحید صاحب سنبھلی۔ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ہیں۔ اسکے بعد پڑھانے کا دور شروع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۳۵ھ سے لیکر ۱۳۸۸ھ تک مسلسل چون (۵۴) سال چلتا رہا۔ گویا نصف صدی سے زائد کا عرصہ مظاہر علوم کی خدمت اور اسکو پروان چڑھانے میں گذر گیا۔ اس مدت میں حضرت والا نے پینتیس (۳۵) کتابوں کا درس دیا جس میں علم الصیغہ اور نحو میر جیسی ابتدائی کتابوں سے لیکر بخاری شریف، ابو داود شریف جیسی بلند پایہ کتابیں شامل ہیں، ان میں بعض کتابیں بلکہ تقریباً سب ہی مکرر سہ کرر پڑھائیں۔

چنانچہ نور الانوار تین مرتبہ، مشکوٰۃ شریف تین مرتبہ، ابو داؤد شریف تقریباً تیس مرتبہ، بخاری شریف صرف جلد اول پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھانے کی سعادت ملی۔ اس طور پر طلباء کی بہت بڑی تعداد نے آپ سے حدیث شریف پڑھی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔[1]

آپ کے کتنے ہی باکمال شاگردان رشید ایسے ملیں گے جنھوں نے اپنی تعلیم سے فراغت پاکر مسند درس و تدریس سنبھالی اور دین و علم دین کی وقیع خدمات انجام دیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان اصحاب دل کی بھی ہے جنھوں نے حضرت شیخ زاد مجدہ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر سلوک و تصوف کے بیش قدر اعلیٰ مراحل طے کیے اور روحانیت کے بلند مقامات پر فائز ہو کر اس نعمت الٰہیہ اور عطیۂ ربانیہ کے قاسم تھے۔

---

[1] ۔ یہ تعداد ان کتب کی ہے جو باضابطہ مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے اوقات میں پڑھائیں خارج اوقات میں جو کتب پڑھائیں وہ اس شمار سے باہر ہیں۔ شاہد غفرلہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زاد مجدہٗ، مولانا اظہار الحسن صاحب استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی، مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند، مولانا الحاج منور حسین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم لطیفی کٹیہار، مولانا عبد الجبار صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد۔ مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری سابق استاذ مظاہر علوم حال استاذ حدیث دار العلوم کراچی (پاکستان) مولانا الحاج عبید اللہ صاحب بلیاوی استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی۔ مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب استاذ حدیث ونائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم، مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مولانا الحاج محمد عاقل صاحب استاذ حدیث وصدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور، مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری حال استاذ حدیث دار العلوم کراچی پاکستان، مولانا محمد سلمان صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم، مولانا تقی الدین صاحب استاذ حدیث، مولانا بشیر اللہ صاحب شیخ الحدیث دار العلوم تانبوے (رنگون)۔

یہ وہ اسماء ہیں جو ارتجالاً بغیر کسی تلاش وتحقیق کے نوکِ قلم پر آگئے ورنہ یہ فہرست تو بڑی طویل ہے۔

یہ سب حضرات دورِ حاضر کے ممتاز اور مشہور علماء اور اکابر میں سے ہیں اور سب حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے میں آپ کے ہی مرہونِ احسان ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ہم خدام کے لئے قابلِ فخر اور لائقِ عمل اسوہ یہ ہے کہ اس طویل مدت میں آپ نے حسبۃً للہ درس دیا۔ مدرسہ سے کسی قسم کا بھی اور کسی بھی صورت سے مالی فائدہ حاصل نہ کیا۔ مدرسی کے ابتدائی دور میں اکابر کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت جو تنخواہ لی اسکو بھی بعد میں واپس کردی۔ رزقنا اللہ تعالیٰ اتباعہ۔

اس اجمال کی مزید تفصیل راقم سطور کی کتاب "تاریخ مظاہر" جلد دوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اب رہی تصنیف و تالیف تو وہ بھی حیات مبارکہ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اس کا افتتاح مظاہر علوم کے پچاس سالہ حالات اور مشائخ چشت کی تاریخ لکھنے سے ہوا تھا۔

یہ دونوں کتابیں باوجودیکہ سنگ بنیاد کا درجہ رکھتی تھیں مگر ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس اور مدرسہ کی انتظامی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس وقت مکمل نہ ہو سکیں اور نہ ہی طبع ہوئیں۔ اب تقریباً پچاس سال بعد یہ دونوں کتابیں مکمل ہو کر تاریخ مظاہر اور تاریخ مشائخ چشت کے نام سے طبع ہوئیں۔

حضرت شیخ زاد مجدہ کا علمی نشو و نما مظاہر علوم میں ہوا۔ درس نظامی کی تمام کتابیں (چند ابتدائی کتب کا استثناء کرتے ہوئے) آپ نے مظاہر میں داخل ہو کر پڑھیں اور مظاہر کو بارگاہِ الٰہیہ سے جو چیز بطور موہبت خاصہ کے عطا فرمائی گئی ہے وہ اسکی خدمت حدیث شریف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ کی محنت کا اصل مرکز اور میدان بھی خدمت حدیث شریف بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے حدیث پاک کی بے انتہا خدمت لی۔ نادر شروح اور لازوال تعلیقات ان کے قلم سے نکل کر مقبول عام ہوئیں اور اہل علم سے خراج تحسین قبول کر چکیں۔

اوجز المسالک شرح موطا امام مالک (چھ جلدیں) یہ آں مخدوم کی چالیس سالہ عرق ریزی اور کاوش کا ثمرہ ہے۔ بڑے بڑے علماء حجاز اسکی تعریف میں رطب اللسان پائے گئے۔ ان میں سے بعض اونچے اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر اس کتاب کے مصنف ابتداء کتاب میں اپنا حنفی ہونا نہ لکھ دیتے تو ہم انھیں کبھی بھی حنفی نہ سمجھتے بلکہ مالکی ہی سمجھتے۔ کیونکہ فقہ مالکی کی جزئیات اور اس فقہ کے مسائل اور اقوال اتنی کثرت سے اس کتاب میں جمع کر دیے کہ ان کا بیک وقت

کسی اور مالکی فقہ پر مشتمل کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ ممالک عربیہ بالخصوص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً واجلالاً اور نجد و دمشق کے مختلف اہل علم اور اونچی شخصیتوں کے پیہم اصرار پر اب یہ کتاب بیروت، لبنان میں طبع ہو رہی ہے اور مکۃ المکرمہ کے ایک معزز تاجر اپنے صرفہ سے اسکو طبع کرا رہے ہیں۔

اسی طرح لامع الدراری علی جامع البخاری (تین جلدیں) کوکب الدری علی جامع الترمذی (دو جلدیں) جزء حجۃ الوداع اور الابواب والتراجم للبخاری متعدد جلدوں میں ان کی خدماتِ حدیث کا اعلیٰ ترین شاہکار ہیں۔

جیسے جیسے مطالعہ کا ذوق بڑھتا رہا اور نظر وسیع ہوتی گئی نئی نئی کتابیں تحریر فرماتے گئے۔ اب تک کی تمام تالیفات کا عدد نواسی (۸۹) ہے۔ جن میں انتیس (۲۹) مطبوعہ ہیں اور بقیہ غیر مطبوعہ۔ ان تمام تصانیف کا تعارف آپ بیتی میں موجود ہے۔

یہ بیش قیمت تالیفات علمی اور تحقیقی بھی ہیں۔ اصلاحی اور تبلیغی بھی ہیں اور آں مخدوم نے اپنے مخصوص رنگ میں دونوں طرزوں کا حق ادا کر دیا بقول حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی ندوی زادمجدہ کے۔

حضرت شیخ کی تصنیفات و تالیفات بالکل دو مختلف قسم و طرز کی ہیں۔ خالص علمی اور تحقیقی، خالص دعوتی اور اصلاحی۔

عام طور پر جو لوگ پہلے طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ دوسرے طرز میں کامیاب نہیں ہوتے اور جو دوسرے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ پہلے طرز میں اسکے آداب و معیار کو قائم نہیں رکھ سکتے۔

لیکن شیخ کی دونوں طرز کی تصنیفات مؤثر و کامیاب ہیں پہلے طرز کا نمونہ اوجز المسالک اور لامع الدراری ہے اور دوسرے طرز کا نمونہ حکایاتِ صحابہ اور فضائل کی مقبول عام کتابیں فضائل نماز، فضائلِ رمضان فضائل ذکر، فضائل قرآن، فضائل حج، فضائل صدقات، فضائل تبلیغ

اور فضائل درود ہے۔ اور ان دونوں طرزوں کی جامع شمائل ترمذی کا ترجمہ وشرح خصائل نبوی ہے" [۵]

زیر نظر کتاب کا موضوع ومقصد ان اشکالات واعتراضات کو جمع کرنا ہے جو ان مذکورہ کتب فضائل پر تحریری طور سے وقتاً فوقتاً کئے جاتے رہے اور حضرت شیخ دام مجدہ العالی نے ان کے جوابات دیئے۔

ہمارے حضرت شیخ اعتراضات وجوابات کے معاملہ میں بڑے متحمل مزاج اور وسیع الظرف واقع ہوئے ہیں اور اس چیز میں اللہ پاک نے ان کو اپنے خزانہ حلم سے بیش بہا حصہ مرحمت فرمایا ہے۔

زیر نظر صفحات میں معترضین کے لب ولہجہ کی درشتی اور ان کے الفاظ کی سختی اور اسکے مقابلہ میں آں مخدوم کے قلم کی نرمی اور میانہ روی آپ خود ہی ملاحظہ کرلیں گے۔

اپنی ہر تالیف کے متعلق ان کا ہمیشہ سے یہی نظریہ رہا ہے کہ اگر غلطی واضح ہو جائے اور قرآن وسنت سے اس کا تصادم معلوم ہو جائے تو بغیر کسی تامل کے اس کی اصلاح کردی جائے۔

بنگال سے آئے ہوئے ایک خط کے جواب میں یہی مضمون کسقدر کھلے الفاظ میں تحریر فرمادیا۔

بعد سلام مسنون! جو حضرات رسالہ تبلیغ پر نظر ثانی کا مشورہ دیتے ہیں ان سے یہ کہدیں کہ وہ جو بات اسمیں اصلاح کی سمجھتے ہیں وہ لکھ کر بندہ کے پاس ارسال فرمادیں۔ اسکو دیکھنے کے بعد جو چیز اصلاح کے قابل ہوگی اسکی انشاء اللہ اصلاح کردی جائے گی، اصلاح سے کیا عذر ہے مگر خود اس پر ذہن منتقل ہونا دشوار ہے جو

---

[۵] سوانح یوسفی مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۲۹ ۔

دوسروں کے ذہن میں ہو۔

مجھے اپنے کسی رسالہ کے متعلق بھی یہ خیال نہیں کہ اسمیں اصلاح نہیں ہوسکتی"

یہ مکتوب سامی ۱۹۴۹ء کا تحریر فرمودہ ہے۔

(۲) ـــــ ان اعتراضات وجوابات کے نقل کرنے سے قبل (جو مکاتیب کی شکل میں ہیں) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ترتیب وار ان کتابوں کا مختصر تعارف سنین تالیف اور دوسرے مختلف زبانوں میں ہونے والے تراجم کا اجمالی حال لکھدیا جائے تاکہ ان کی تاریخی حیثیت بھی نظر میں رہے"

یہ یاد رہے کہ ان کتب کے ترجمے ایک ہی زبان میں مختلف حضرات نے اپنے اپنے طور پر کئے ہیں اور متفرق اداروں کی جانب سے وہ شائع بھی ہوچکے، ہم نے ایک زبان کے صرف ایک ہی ترجمہ کی نشاندہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جتنے تراجم ہمارے علم میں آسکے وہ ہم نے لکھدیئے"

(۱) فضائل قرآن شریف کتب فضائل میں یہ سب سے پہلا رسالہ ہے جو شاہ یٰسین صاحب (متوفی ۱۳۶۰ھ) خلیفہ ومجاز قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ (م ۱۳۲۳ھ) کی تعمیل ارشاد میں ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ میں لکھا گیا۔ ان ایام میں حضرت شیخ موطا امام مالک کی مبسوط شرح اوجز المسالک کی تالیف میں مشغول تھے۔ مگر حضرت شاہ صاحب کا جو مضبوط رشتہ بارگاہ رشیدی سے تھا اسکے پیش نظر حضرت شیخ انکار نہ کرسکے اور اُس تالیف کو چند روز کے لئے درمیان میں روک کر فضائل قرآن مجید تالیف فرمائی۔ اس کتاب میں اولاً قرآن پاک کے فضائل پر چالیس احادیث مع ترجمہ وتشریح کے تحریر فرما کر سات احادیث قرآن پاک کے متفرق احکامات میں ذکر فرمائی ہیں۔ کتاب کے اخیر میں ایک مختصر چہل حدیث مع ترجمہ کے مزید لکھدی گئی۔ کتاب کے کل صفحات بہتر (۷۲) ہیں۔ مندرجہ ذیل زبانوں میں

اس کتاب کا ترجمہ ہونا ہمیں معلوم ہوا ہے۔

(۱) برمی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل مظاہر علوم سہارنپور ہیں۔ یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ تالان) مانڈلے برما سے مل سکتا ہے۔

(۲) انگریزی زبان میں اسکے مترجم جناب عزیز الدین صاحب ہیں، یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

نیز یہی ترجمہ پاکستان میں کتب خانہ حقانیہ نشتر کالج ملتان سے بھی طبع ہو چکا ہے حال ہی میں یہ ترجمہ جناب حامد بن سلیمان نے ۱۴۰۲ء سیلان گورمینٹس جالان مسجد انڈیا کوالالمپور سے بھی طبع کرایا ہے۔

(۳) عربی زبان میں اسکا ترجمہ "فضائل القرآن الحکیم" کے نام سے مولانا محمد واضح صاحب استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے کیا ہے جو المکتبۃ التجاریۃ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے منگایا جا سکتا ہے۔

(۴) بنگلہ زبان میں اسکا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے ۱۳۸۰ھ میں کیا تھا جو اب بھی اس پتہ سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ جناب الحاج جوہر علی ۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

فضائل کی کتابوں کے تقریباً تمام تراجم ابھی حال ہی میں بنگلہ دیش میں ہوئے ہیں جو اس پتہ سے مل سکتے ہیں۔

مولانا عنبر علی صاحب نمبر ۴ خیل گاؤں، چودھری پاڑا ڈھاکہ نمبر ۱۴ بنگلہ دیش۔

(۵) ملیالم (کیرالہ) زبان میں اسکا ترجمہ جناب ای محمد عبد القادر مولوی پلپارا نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے، پی محمد لبے، رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۶) ٹامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے ملیگا۔ دلی کتب خانہ، بیگم پورہ، ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۷) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے، صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج پشاور پاکستان نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۸) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ ۱۳۶۸ھ میں محمود قاسم بھائی نے کیا تھا جو اس پتہ سے مل جائے گا۔ دفتر رسالہ پیغام کاوی، ضلع بھروچ گجرات،

گجراتی زبان میں مکمل مجلد ریگزین تبلیغی نصاب حاصل کرنے کے لئے یہ پتہ بھی کافی ہے۔ نظامی کتب خانہ اسٹیشن روڈ پالن پور بناس کانٹھا شمالی گجرات

(۹) تلگو زبان میں ۱۹۶۶ء میں اس کا ترجمہ سید نور اللہ قادری کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا۔ سید نور اللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج، کرنول۔

(۱۰) پشتو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا، جس کے لئے پتہ یہ ہے میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل مالک کتب خانہ رحمانیہ، بازار قصہ خوانی پشاور شہر، صوبہ سرحد "

(۱۱)

(۲) فضائل رمضان

اس میں رمضان المبارک، لیلۃ القدر اور اعتکاف کی فضیلت پر بیس احادیث کی شرح و توضیح کی گئی ہے۔ نیز سورۂ قدر کی تفسیر اور خاتمہ میں متفرق مضامین پر مشتمل ایک طویل حدیث بھی تحریر ہے

یہ رسالہ رمضان ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشاد سے لکھا گیا۔ کل صفحات چونسٹھ (۶۴) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اسکا ترجمہ ہونا ہمارے علم میں آیا ہے۔

(۱) برمی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب ہیں۔ اس پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (نالان) مانڈلے، برما۔

(۲) انگریزی میں اسکے مترجم جناب یوسف کراں صاحب افریقی ہیں۔ یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں اسکا ترجمہ شہر لاگوس (نائیجیریا) میں بھی انگریزی زبان میں ہوچکا۔

(۳) مدراسی زبان میں اسکا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی کی طرف سے شائع ہوا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

مکتبہ رحمت تبلیغی تیرمونیل ویلی ۲ مدراس

(۴) بنگلہ زبان میں اسکا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے ۱۳۷۷ھ میں کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے لیا جاسکتا ہے۔

جناب الحاج جوہر علی ۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ

(۵) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سید نوراللہ صاحب قادری نے کیا ہے، مترجم کے مکان کا پتہ یہ ہے، سید نوراللہ صاحب قادری، کھڑک پورہ، آندھرا پردیش۔

(۶) ملیالم (کیرالہ) زبان میں اسکے مترجم جناب اے، محمد عبدالقادر ہیں، درج ذیل پتہ سے یہ ترجمہ ملتا ہے۔

الحاج اے، پی، محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری، ضلع ایڈوکی۔

(۷) ٹامل زبان میں اسکا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے ملیگا، دلی کتب خانہ، بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۸) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم کاوی ہیں یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

شعبۂ تبلیغ الاسلام متعلقہ جامعہ حسینیہ راندیر ضلع سورت گجرات۔

(۹) ہندی زبان میں اسکا ترجمہ جناب قاضی ظہیر الدین صاحب ایم، اے لیکچرار شعبہ اردو دلی یونیورسٹی نے کیا ہے۔ جو ادارہ اشاعت دینیات بستی حضرت نظام الدین دہلی سے شائع ہو چکا۔

(۱۰) فارسی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے ہیں۔ یہ ترجمہ زیر طبع ہے۔

(۱۱) فرانسیسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار نے کیا ہے۔ جس کے منگانے کے لئے پتہ یہ ہے۔

المرکز الاسلامی ۳۱ نیشنل روڈ سین پیئر جزیرہ ری یونین، وایا پیرس۔

(اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا ہے۔

(۱۲) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ پشاور سے شائع ہوا ہے جس کیلئے پتہ یہ ہے۔ میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل مالک تاجران کتب قصہ خوانی پشاور شہر صوبہ سرحد"

(۱۳)

(۳) **فضائل تبلیغ** یہ کتاب سات فصلوں پر مشتمل ہے اور سب سے مقصود تبلیغ کی اہمیت، اسکے آداب نیز مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بتلانے ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حکم سے لکھی گئی اور ۵ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۳۱ء میں اختتام کو پہنچی۔ کل صفحات بتیس (۳۲) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

(۱) عربی ترجمہ۔ فضائل الدعوۃ الی الخیر والتبلیغ لدین اللہ" کے نام سے مولانا محمد رابع صاحب ندوی لکھنوی نے ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء میں کیا ہے، جو المکتبۃ التجاریۃ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے لیا جاسکتا ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے اور کولا لمپور میں جناب حامد بن سلیمان صاحب ۱۰۲ اسیلان گورمینشن جالان مسجد انڈیا کولالمپور کی جانب سے طبع ہوچکا۔

ابھی حال ہی میں بھائی ماجد صاحب علیگڈھی نے اس ترجمہ پر مستقل نظرثانی کرکے اغلاط وغیرہ کی تصحیح کی ہے یہ نسخہ بھی عنقریب شائع کیا جائیگا۔

(۴) ہندی ترجمہ جناب عطاء الرحمٰن صاحب نے پونہ سے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

جناب عطاء الرحمٰن صاحب بھالدار ۳۵۷ گرووار پیٹھ پونہ ۲ مہاراشٹر،
اسی کتاب کا ایک ہندی ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے بھی طبع ہوا ہے۔"

(۵) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ بی، اے خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جو مکتبہ رحمت بیٹنگی تیر دینل ولی ۲ مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۶) ملیالم (کیرالہ) زبان میں اسکا ترجمہ جناب ای محمد عبدالقادر نے کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے۔ پی محمد لب ربلہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈدکی۔

(۷) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ میاں محمد عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور (پاکستان) صوبہ سرحد سے طبع ہوا ہے۔

(۸) ٹامل میں اسکا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جس کیلئے

پتہ یہ ہے۔ دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۹) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب عیسیٰ بھائی ہیں۔ کتاب ملنے کا پتہ یہ ہے۔ دفتر رسالہ پیغام۔ کاوی ضلع بھڑوچ، گجرات۔

(۱۰) ملیشیائی زبان میں اسکا ترجمہ فضیلۃ التبلیغ کے نام سے شایع ہوچکا جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسیشن جالن کیگ چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔ (یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے)

H.M. YAQOO ANSARi DEWAN. PAKiSTAN.
JALAN KEKCHUAN PULAU, PENANG. MALAIYSIA,

(۱۱) بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا، حاجی جوہر علی ۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

(۱۲) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم اے (پشاور) نے کیا ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوسکا۔

(۱۳) تلگو میں اسکا ترجمہ ۱۹۶۶ء میں سید نوراللہ صاحب قادری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا،

سید نوراللہ قادری، لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول

(۱۴) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان سہیلی (سہالی) میں بھی اسکا ترجمہ جناب شیخ مقداد یوسف (تنزانیہ) فضائل الدعوۃ الی الخیر والتبلیغ لدین اللہ کے نام سے کرچکے ہیں جو ابھی طبع نہیں ہوسکا۔

(۱۵) فرانسیسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

المرکز الاسلامی ۱۳۱ نیشنل روڈ، سین پیئر، جزیرہ ری یو نین وایا پیرس

اس ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا ہے۔

(۴) **حکایات صحابہ** | حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہ کا حضرت شیخ پر چند سال سے اصرار تھا کہ صحابہ کرام اور صحابیات کے کچھ قصّے اردو زبان میں جمع کردیئے جائیں تاکہ پڑھنے والوں کے دلوں میں صحابہ کرام کی محبت کا نقش قائم ہو۔ لیکن مختلف موانع اور مشاغل کی بناء پر امید نہ تھی کہ یہ کتاب جلد لکھدی جاتی کہ نوشتۂ تقدیر سے ۱۳۵۷ھ میں اجراڑہ کے سفر کے دوران عارضۂ نکسیر کی وجہ سے چند ماہ تک اطباء اور ڈاکٹروں نے کسی بھی دماغی محنت سے روکدیا۔ اسلیئے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے یہ کتاب ترتیب دیگئی۔

اسمیں بارہ ابواب ہیں۔ ہر باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی کسی نہ کسی مبارک صفت کو متعین فرماکر اسکے مناسب حکایات وواقعات لکھدیئے ہیں اور خاتمہ کے طور پر آخیر میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ برتاؤ اور ان کے اجمالی فضائل بھی بیان کردیئے گئے۔ کل صفحات ایکسو چوراسی (۱۸۴) ہیں۔

اس کتاب کے مندرجہ ذیل زبانوں میں ترجمے ہوئے۔

(۱)۔ برمی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری ہیں۔ برما میں یہ کتاب اس پتہ سے لی جاسکتی ہے۔

ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما۔

(۲) انگریزی زبان میں اسکے مترجم جناب عبد الرشید صاحب ارشد ہیں یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

پاکستان میں ملک برادرس کارخانہ بازار لائل پور سے اور کو لامبور میں

جناب حامد بن سلیمان ۴۰۲ اسیلان گورمینشن جالان مسجد انڈیا سے یہی ترجمہ شائع ہو چکا۔

(۳) مدراسی زبان میں اسکا ترجمہ ۱۹۵۶ء میں مولانا پی۔ایس۔کے..... محمد ابراہیم صاحب باقوی مدوراتی نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

شمائل بکڈپو۔ اتم پالیم ضلع مدورا، مدراس۔

(۴) ملیالم زبان میں اسکا ترجمہ ۱۹۶۹ء میں جناب ای محمد عبد القادر نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی آے، پی محمد لبّے رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۵) ٹامل زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی ہیں۔ کتاب منگانے کا پتہ یہ ہے۔ دنی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

دوسرا پتہ یہ ہے۔ اسلامک لٹریچر پبلشنگ ہاؤس ۲۵ قاضی اسٹریٹ بنگلور

(۶) گجراتی زبان میں اسکا ترجمہ منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بھروچ گجرات۔

(۷) بنگلہ زبان میں اسکا ترجمہ مولانا عبد المجید صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر انیس الانبیار ۱۷۵ اے پارک اسٹریٹ کلکتہ۔

(۸) فارسی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے ہیں۔ یہ ترجمہ ابھی تک طبع نہیں ہو سکا۔

(۹) جاپانی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کافی عرصہ قبل حاجی ارشد صاحب ڈائرکٹر محکمہ ٹیلی فون پاکستان کی زیر نگرانی جاپانی نومسلم حاجی عمر میتانے کیا تھا جو طبع ہو چکا۔ اسکی لکھائی زیادہ تر چینی حروف میں ہے۔ لیکن اب چونکہ جاپانی عوام چینی حروف کم استعمال کرنے لگے اسلئے اس ترجمہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے جو عنقریب کی جائے گی۔

(۱۰) ہندی زبان میں بھی اسکا ترجمہ شائع ہو چکا جو ادارہ اشاعت دینیات

دہلی سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) مرہٹی زبان میں اسکا ترجمہ جناب زبیر احمد صاحب نے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے بارے میں ہمیں مزید معلومات درکار ہیں، اصحاب علم مطلع فرمادیں۔

(۱۲) تلگو زبان میں اس کا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے۔ جو اس پتہ سے مل جائیگا۔

سید نور اللہ صاحب قادری، لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج، کرنول۔

(۱۳) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ مولانا ابو الفیض صاحب سواتی نے ۱۳۹۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ترجمہ میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور شہر۔ صوبہ سرحد سے طبع ہو چکا۔

(۱۴) فرانسیسی زبان میں اسکا ترجمہ جناب احمد سعید انگار صاحب نے کیا ہے جس کے لئے پتہ یہ ہے۔

المرکز الاسلامی ۳۱ نیشنل روڈ سین بٹر جزیرہ ری یونین، وایا پیرس۔

(۱۵) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ بجوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔

(۵) فضائل نماز اسمیں نماز پڑھنے کی فضیلت اور چھوڑنے پر عذاب و عتاب جماعت کے فضائل اور اسکے ترک پر جو وعیدیں ہیں ان کا تفصیلی بیان ہے اور ان میں سے ہر عنوان کے لئے مجموعی طور پر چالیس حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حسب ارشاد لکھی گئی اور شب دوشنبہ سات محرم ۱۳۵۸ھ کو اختتام کو پہنچی، کل صفحات ستاسی (۸۷) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اسکے ترجمے ہوئے۔

(۱) عربی ترجمہ مکانۃ الصلوٰۃ فی الاسلام واہمیتہا فی حیاۃ المسلم، کے نام سے مولانا محمد حسنی ندوی نے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں کیا ہے جو مکتبہ تجاریہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اسکے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری ہیں۔ یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے۔ برما سے مل سکتا ہے۔

الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگون کے زیر اہتمام یہ کتاب پہلی مرتبہ برما میں اردو زبان میں بذریعہ بلاک طبع ہوئی ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ جناب عبد الرشید صاحب ارشد نے کیا ہے جو ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل جائیگا۔ یہ ترجمہ پاکستان میں ملک برادرس کارخانہ بازار لائل پور سے اور کوالالمپور میں جناب حامد بن سلیمان صاحب کے ادارے سے بھی طبع ہو چکا۔ حال ہی میں فضائل نماز کا ایک جدید ترجمہ طبع ہو کر آیا ہے اسکے مترجم جناب بھائی ماجد علی خاں پی، ایچ، ڈی علیگ ہیں۔

(۴) مدراسی زبان میں اسکے مترجم بی، اے، خلیل الرحمٰن ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۸ء میں ہوا ہے جو اس پتہ سے ملیگا۔

مکتبہ رحمت پیٹی تیر دینیل دیلی ۴۲ مدراس۔

(۵) بنگالی زبان میں اسکا ترجمہ جناب عبد المجید صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

جماعت دعوت واصلاح ۷۵ اے پارک اسٹریٹ کلکتہ

(۶) تلگو زبان میں اسکے مترجم سید نور اللہ صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا۔ منگانے کے لئے پتہ یہ ہے۔

سید نور اللہ قادری بی، اے لیکچرار عربی وفارسی عثمانیہ کالج، کرنول۔

(۷) ملیالم زبان میں اسکا ترجمہ ۱۹۶۷ء میں جناب ای محمد عبد القادر صاحب

مولوی پلپارانے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے، پی محمد لب، رملہ بیڑی فیکٹری ضلع اڈوکی۔

(۸) ٹامل زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ہیں۔ درج ذیل پتہ سے یہ ترجمہ لیا جا سکتا ہے:" دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۹) فرانسیسی زبان میں اسکا ترجمہ ۱۹۶۷ء میں مولانا سعید انگار صاحب سینٹ ڈیلنس (ری یونین) نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

جمعیۃ ثقافۃ المسلمین ۳۲ جول اوبر روڈ سینٹ ڈیلنس رے یونین۔

حال ہی میں اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن سینٹر اسلامک مرکزی یونین کی جانب سے بہترین طباعت کے ساتھ شائع ہو چکا۔

(۱۰) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ جناب عیسیٰ بھائی نے کیا ہے۔ جو دفتر رسالہ پیغام۔ کاوی ضلع بھروچ گجرات سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۱۲) ملیشیائی زبان میں اسکا ترجمہ فضیلۃ الصلوٰۃ کے نام سے ایچ، ایم یعقوب انصاری صاحب کر چکے ہیں جو اس پتہ سے لیا جا سکتا ہے۔

ایچ، ایم، یعقوب انصاری، دیوان پاکستان جلان کیک چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔ (یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے)"

H.M. YAQOOB. ANSARi DEWAN. PAKiSTAN.
JALANKEK CHUAN PULAU PENANG. MALAYSiA.

(۱۳) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان سہیلی (سہالی) میں بھی اسکا ترجمہ جناب شیخ مقداد یوسف (تنزانیہ) مکانۃ الصلوٰۃ فی الاسلام واہمیتہا فی حیاۃ المسلم کے نام سے کر چکے ہیں، جو زیر طبع ہے۔

(۱۴) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا۔

میاں عبدالخالق کتب خانہ رحمانیہ بازار قصہ خوانی پشاور شہر۔ صوبہ سرحد۔

(۱۵)

(۶) فضائل ذکر

یہ کتاب تین بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ذکر کے فضائل۔ دوسرے باب میں کلمہ طیبہ کے فضائل اور تیسرے میں سوئم کلمہ کے فضائل لکھے گئے ہیں۔ خاتمہ میں صلوٰۃ التسبیح کا بھی مفصل بیان ہے۔

تبلیغی تحریک کے چھ نمبروں میں سے جو تیسرا اہم ترین نمبر علم و ذکر کا ہے۔ اسکے پیش نظر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حکم سے یہ کتاب برکات ذکر یعنی فضائل ذکر کے نام سے ۱۳۵۸ھ میں لکھی گئی۔ اختتام کی تاریخ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ شب جمعہ ہے۔ کل صفحات ایکسو چہتر (۱۷۶) ہیں۔

(۱) برمی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (مالان) مانڈلے برما سے مل جائیگا۔

(۲) مدراسی زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ مکتبہ رحمت ہیٹی تیرونیل ویلی ۲ مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۳) بنگالی زبان میں اسکا ترجمہ کرنے والے تین حضرات ہیں۔ مولانا محمد طاہر صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا عبدالمجید صاحب۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔ الحاج جوہر علی ۵ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

(۴) ملیالم زبان میں اسکے مترجم ای محمد عبدالقادر صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے: اے پی محمد لب ربلہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۵) ٹامل زبان میں اسکے مترجم جناب خلیل الرحمٰن صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۶) فارسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم، اے، نے کیا ہے جو ابھی طبع نہیں ہوا۔

(۷) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل، مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور شہر صوبہ سرحد سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۸) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب انصاری صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ طباعت کے بعد اس پتہ سے ملیگا۔

سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ جوان پلاؤ پینانگ ملیشیا"

(۷) فضائل حج

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی طبیعت پر تبلیغی تحریک کو حجاز میں پھیلانے اور وہاں فروغ دینے کا جذبہ بہت تھا۔ اسی مقصد کے لئے وہ دو بار حجاز تشریف لے گئے۔ انکے وصال کے بعد جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (م ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ جمعہ) نے اس کام کو آگے بڑھایا اور بڑی ترتیب اور دور اندیشی سے حجاز میں اور حجاج میں کام شروع کیا تو حضرت شیخ سے درخواست کی کہ حج کے فضائل میں بھی آیات واحادیث اور قصص کا ایک مجموعہ لکھدیا جائے تاکہ ہزاروں کی تعداد میں جانے والے حجاج اسکے مطابق حج کر کے لطف حج وزیارت سے بہرہ ور ہوں، چنانچہ نظام الدین کے قیام میں تین شوال ۱۳۶۶ھ کو اس کی تالیف کا آغاز ہوا اور ۱۴ جمادی الاول ۶۷ھ جمعہ کو فراغت ہوئی۔

اس پوری کتاب میں دس فصلیں ہیں جو حج کی ترغیب، اسکے نہ کرنے پر وعیدیں، حج کی حقیقت اور اسکے آداب جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ کتاب کے

کل صفحات دوسو اکتیس (۲۳۱) ہیں ۔

(۱) برمی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے ۔ برما سے شائع ہوا ہے اسکے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل مظاہر علوم سہارنپور ہیں ۔

(۲) گجراتی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا احمد بیمات صاحب شیخ الحدیث مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات نے کیا ہے ۔ یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں ۔ بلکہ اسکا خلاصہ اور اختصار ہے ۔ مدنی کتب خانہ ، ترکیسر ضلع سورت گجرات سے مل سکتا ہے ۔

(۳) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ جناب یوسف کران افریقہ نے کیا ہے جو ۔ واٹروال اسلامک انسٹی ٹیوٹ ، پوسٹ بکس ۱ ۔ جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ کی جانب سے شوال ۱۳۹۴ھ نومبر ۱۹۷۴ء میں بڑے اہتمام سے طباعت کی تمامتر خوبیوں کے ساتھ شائع ہوچکا ۔ یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے ۔

WATERWAL ISLAMIC. INSTITUTE POSTBOXNo1

JOHANSBERG.SOUTH AFRICA.

(۴) ٹامل زبان میں اسکا ترجمہ جناب داود شریف (مدراس) کر رہے ہیں ۔ جو انشاء اللہ طباعت کے بعد اس پتہ سے مل جائیگا ۔ ٹی ، اے داود شریف صاحب نمبر (۲) سوری موتھ اسٹریٹ ، منا ڈی مدراس ۶۰۰۰۰۱ ۔

(۵)

(۸) فضائل صدقات حصہ اول و دوم | تقسیم ہند کے موقعہ پر شوال ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ زادمجدہ کو مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں طویل قیام کی نوبت آئی تھی ۔ اس موقعہ پر مورخہ بیس ۲۰

شوال ۱۳۶۶ھ کو اس کتاب کی تالیف شروع کی اور اسکا اختتام سہارنپور پہونچکر بائیس ۲۲ صفر ۱۳۶۸ھ کو ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو اس کتاب کا بہت اہتمام تھا۔ حتی کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کے لئے تکبیر ہو رہی تھی۔ دوران تکبیر صف سے آگے منھ بڑھا کر حضرت شیخ سے فرمایا کہ دیکھو اسکو بھولنا نہیں۔ لیکن افسوس کہ حضرت دہلوی کی حیاتِ مبارکہ میں یہ کتاب نہ لکھی جاسکی اور وہ اسکے دیدار کی تمنا لیکر دوسرے عالم کو سدھار لیئے۔

یہ کتاب سات مختلف فصلوں پر مشتمل ہے۔ ہر فصل میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور واقعات صحابہ سے کتاب کے موضوع اور مقصد کو مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ دونوں جلدوں کے صفحات پانچسو ساٹھ (۵۶۰) ہیں۔

(۱) برمی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے شائع ہوا ہے۔

(۲) مدراسی زبان میں اسکا ترجمہ مولانا پی، اے خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائیگا۔ مکتبہ رحمت بیٹی تیرو نیل ویلی ۲ مدراس۔

(۳) ملیالم زبان میں اسکے مترجم ای محمد عبد القادر ہیں۔ یہ درج ذیل پتہ سے طلب کیا جائے۔ حاجی اے پی محمد لبّٔ ربلہ بیڑی فیکٹری ضلع اینڈ دکی۔

(۴) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم ہیں۔ مندرجہ ذیل پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔ دفتر رسالہ پیغام، کاوی ضلع بھڑوچ گجرات۔

گجراتی حضرات عموماً اردو پڑھنا نہیں جانتے تاہم سمجھ لیتے ہیں۔ اور جب یہ بیرون ممالک میں بغرض تبلیغ و دعوت جاتے ہیں تو وہاں زبان کی وجہ سے کافی مشکلات اور دقتیں ان کو پیش آتی ہیں۔ اس تکلیف کا احساس کرتے ہوئے محترم مولانا احمد لولات صاحب گجراتی فاضل مظاہر علوم سہارنپور نے فضائل صدقات حصہ دوم کو گجراتی رسم الخط میں منتقل کیا ہے یہ کتاب عنقریب طبع ہو جائے گی۔

(۵) انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ افریقہ میں جناب یوسف کراں صاحب کررہے ہیں۔ ترجمہ ابتدائی مراحل میں ہے جو طباعت کے بعد اس پتہ سے مل جائیگا۔ المعہد الاسلامی، پی، او، بکس ۵ جوہانسبرگ، جنوبی افریقہ۔

(۶) تامل زبان میں اسکا ترجمہ (جو بعض حصوں کا ہے اور مکمل نہیں) جناب داؤد شریف صاحب کرچکے ہیں۔ مترجم کا پتہ یہ ہے۔

ٹی، اے داود شریف نمبر (۲) سوری موتھ اسٹریٹ مناڈی مدراس ۶۰۰۰۰۱

اسکی دوسری اور تیسری فصل کا ترجمہ تامل زبان میں جناب محمود حسن بن مولانا عبدالرحیم صاحب منارگڑھی نے بھی کیا ہے جو ۱۹۷۶ء میں شائع ہوچکا

---

(۹) فضائل درود شریف

حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی کا حضرت شیخ زیدشرفہ پر مستقل اصرار تھا کہ درود شریف کے فضائل اور آداب پر بھی ایک کتاب لکھی جائے۔ ۱۳۶۰ھ میں وصال کے وقت شاہ صاحب نے اپنے اجل خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو کو اس وعدہ کی یاد دہانی اور تکمیل پر اصرار کرتے رہنے کی وصیت فرمائی اور بھی احباب واکابر کی طرف سے اسکی تالیف کے تقاضے ہوئے۔ لیکن کئی سال تک یہ رسالہ نہ لکھا جاسکا۔ اسکی وجہ خود حضرت شیخ کے الفاظ میں یہ تھی کہ!

> اس ناکارہ پر سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شان کا کچھ رعب ایسا طاری ہوا کہ جب بھی اس کا ارادہ کیا یہ خوف طاری ہوا کہ مبادا کوئی چیز شانِ عالی کے خلاف نہ لکھی جائے۔[1]

لیکن ۱۳۸۳ھ میں جب حجاز تشریف لیگئے اور حج سے فارغ ہوکر مدینہ طیبہ

---

[1] فضائل درود شریف ص۶

پہنچے تو بار بار دل میں یہ سوال آیا کہ فضائل درود شریف نہ لکھنے کا کیا جواب ہے؟
اس موقعہ پر اپنے اعذار کے باوجود دل میں اس سوال کی شدت پیدا ہوتی چلی گئی اور پختہ ارادہ فرمالیا کہ واپس جاکر یہ کتاب لکھنی ہے۔

چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۴ھ یوم جمعہ کو اسکا افتتاح ہوا اور چھ ذی الحجہ سنہ مذکور میں اختتام ہوا۔

ضعف پیری اور بار بار کے پیشاب کے تقاضوں کے باوجود اوّل سے آخر تک یہ کتاب باوضو ہوکر لکھی اور عشق نبوی میں ڈوب کر لکھی۔ ہر مرتبہ دار التصنیف سے وضو کرنے کے لئے باہر آتے اور سخت موسم سرما میں بدقت و دشواری وضو کرکے اپنے مستقر تک پہنچتے۔

اسی حسن ادب اور غایت اہتمام کا یہ صلہ حضرت شیخ زاد مجدہ کو بارگاہ نبوی سے ملا کہ اپنے معاصرین پر سبقت پاجانے کی بشارت ملی۔

بھائی ماجد علی خاں پی۔ ایچ، ڈی علیگ اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں۔!

ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف کے درمیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ زکریا رسالہ فضائل درود (لکھنے) کی وجہ سے اپنے معاصرین پر سبقت لے گیا۔

اسکے بعد بھائی ماجد علی خاں اپنا تاثر ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ" اس ناکارہ کو اسپر تعجب بھی ہوا کہ حضرت والا کی احادیث کی اور دین کی محنت کی اور بھی خدمات ہیں جو بہت اونچی ہیں۔ لیکن بعد کو اشکال دفع ہوا اور دل میں یہ بات آئی کہ رسالہ فضائل درود حضرت والا کے عشق نبوی کی دلیل ہے اور اس اعتبار سے بھی حضرت والا دوسروں پر سبقت لیگئے ہیں۔

اس مکتوب ماجدی کا جواب حضرت شیخ نے ان الفاظ میں دیا۔

اللہ تعالیٰ خواب کو میرے اور تمھارے لئے مبارک کرے، پسند

آنے کے واسطے اونچی چیز ہونا ضروری نہیں۔ کسی رنڈی کا کتے کو پانی پلانا بھی پسند آجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیکھنا اور اسکا معتبر ہونا تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور کشف میں احتمال غلطی کا ہے۔ حدیث میں بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ فقط

عم محترم مولانا الحاج محمد عاقل صاحب زید شرفہ رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اسکی تالیف میں معین و مددگار رہنے اور املا کا شرف انھیں حاصل ہوا اس کتاب میں پانچ فصلیں ہیں جو درود شریف کے فضائل۔ اسکے نہ پڑھنے پر وعیدیں۔ فوائد متفرقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس حکایات پر مشتمل ہیں۔ کتاب کے کل صفحات ایکسو چھبیس (۱۲۶) ہیں۔

(۱) گجراتی زبان میں اسکے مترجم جناب ابراہیم اے پٹیل ہیں۔ یہ ترجمہ درج ذیل پتہ سے ۱۹۶۶ء میں طبع ہو چکا۔

اسلامی کتب خانہ۔ خالی پورہ۔ ڈابا نوساری ضلع بلساڑ گجرات۔

(۲) تلگو زبان میں اسکا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری ۱۹۶۶ء میں کر چکے ہیں۔ جسکے منگانے کیلئے پتہ یہ ہے۔

سید نور اللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج۔ کرنول

(۳) پشتو زبان میں اسکا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا۔

میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل، مالک تاجران کتب قصہ خوانی پشاور صوبہ سرحد۔

(۴) فارسی میں اسکا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم۔ اے۔ نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۵) انگریزی میں اسکا ترجمہ جناب بھائی ماجد علی خاں پی۔ ایچ۔ ڈی علیگ نے کیا ہے۔ کتبخانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی سے مل جائیگا۔

انگریزی داں اصحاب کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ اپنی بہت سی خوبیوں میں منفردانہ حیثیت رکھتا ہے۔ نیز اسکا ایک ترجمہ جناب عبدالحی صاحب نے بھی کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔

(۶) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ پتہ یہ ہے:
سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ جوان پلاو پیناتگ ملیشیا۔"

(۳)

یہاں تک فضائل کی ہر کتاب کا تعارف لکھا جا چکا اب مزید چند باتیں سنیئے!
(۱) — ماضی قریب کی ایک عہد ساز شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نے حضرت شیخ کی ان تالیفات کے متعلق بڑے بلند کلمات ارشاد فرمائے۔ اپنی مختلف مجالس میں ان کی افادیت اور اہمیت بیان فرمائی۔ حضرت کے یہاں عصر کے بعد کی عمومی مجلس میں فضائل کی یہ کتابیں مکرر سہ کرر پڑھی گئیں۔ کئی مرتبہ فرمایا کہ ان کتابوں میں بڑی نورانیت ہے۔
(۲) — حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تو بہم اصرار اور خواہش ہی پر یہ کتابیں لکھی گئیں۔ جیسا کہ ان مکتوبات (مندرجہ اکابر کے خطوط[۱]) سے معلوم ہوتا ہے۔
چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں!
میرا یوں جی چاہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھدیں۔
ایک دوسرے مکتوب میں اسی مضمون کو دوسرے انداز میں اسطرح تحریر فرمایا کہ!
اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو انشاء اللہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کرینگے، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دیں[۲]۔

---

[۱] اکابر کے خطوط صـ ۶۳ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور۔"

(۳) راقم سطور کو سالِ گذشتہ اپنے نانا جان (حضرت شیخ زاد مجدہ) کے سایۂ عاطفت میں حجاز جانے کی سعادت میسر آئی تھی اور الحمدللہ ثم الحمدللہ تقریباً پورے سال مدینہ طیبہ میں رہنے کی دولت ملی تھی۔ وہاں کے قیام میں حضرت شیخ زاد مجدہ اور ان کی تصانیف کے متعلق کتنے ہی منامات مبشرات اور رویائے صالحہ معتمدین اور صالح افراد کی زبانی سننے میں آئے۔ لیکن ان میں وہ خواب ہر حیثیت سے فائق ہے جو خود حضرت شیخ نے دیکھا۔ آنمخدوم کا معمول اور دستور اس قسم کے منامات سُنانے کا کبھی نہیں رہا نہ ہی ان کو بطور یادداشت محفوظ رکھنے کا اہتمام ہم نے دیکھا۔ وقتی اور سرسری طور سے کبھی ذکر تذکرہ آگیا یا کبھی کسی خاص جذبہ کے ماتحت اپنے روزنامچہ میں درج کرا دیا تو خدام کو بھی اسکا پتہ چل گیا ورنہ وہ "سربکنوں" ہی بنا رہا۔ بہر کیف حضرت شیخ نے اپنا ایک خواب اپنے روزنامچہ میں کتب فضائل کے متعلق ان الفاظ کے ساتھ لکھوا رکھا ہے۔

> آج بعد نمازِ جمعہ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ پہلے فضائل کے رسائل زیرِ نظر تھے۔ اب آج کل تبلیغی نصاب زیرِ نظر ہے"۔

یہ خواب، ۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ کو بعد نماز جمعہ قیلولہ کے وقت دیکھا گیا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی احباب ایسے ہیں جنھوں نے اس مجموعہ کے متعلق اپنے تاثرات و منامات لکھے اور اپنی زندگی اور گھریلو ماحول میں اس مجموعہ کے پڑھے جانے پر جو عظیم تغیر و تبدل پیدا ہوا اور دینی ماحول بنا ان کی تفصیلات حضرت شیخ زاد مجدہ کو تحریر کیں۔ لیکن آنمخدوم کے یہاں اس قسم کے تمامی خطوط کا ایک ہی جواب ہے کہ اس ناکارہ کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔ اولاً حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک اور سچے ارشادات کی برکت ہے کہ ان ہی کے ترجمے ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں۔ اور ثانیاً ان حضرات اکابر کی توجہات اور برکتیں ہیں جن کی تعمیل ارشاد میں یہ سب لکھی گئیں"۔

(۴)

ہمارے اس زمانے میں فضائل کے یہ رسائل اردو کی مقبول ترین مطبوعات میں شمار کیئے جاتے ہیں اور تبلیغی تحریک کے نصاب میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کی اس کثرت کے ساتھ اشاعت ہوئی کہ بایدوشاید ہمیں سرسری جائزہ اور چند روز میں حاصل کی ہوئی مختصر سی معلومات کے بعد اب تک ہندوپاک کے تیس مختلف ادارے ایسے معلوم ہوئے جنھوں نے فضائل کی یہ کتابیں کئی کئی بار طبع کرائیں اور کتنی ہی ہزار طبع کرائیں صرف ادارہ اشاعت دینیات دہلی نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۴ء تک چودہ سالہ عرصہ میں اسکے چوبیس ایڈیشن نکالے جن کی طباعت کی مجموعی تعداد بیاسی ہزار پانچسو (۸۲۵۰۰) ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ یہ اعداد ان کے یہاں صرف عکسی ایڈیشن کے ہیں۔ ۱۹۶۰ء سے قبل ایک عرصہ تک جو لیتھو پر طبع ہوتا رہا وہ اس شمار سے باہر ہے۔

اوپر دوسری زبانوں میں ہونے والے تراجم کا جو جائزہ لیا گیا ہے وہ ہماری محدود معلومات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جو ترجمے قارئین کے علم میں ایسے ہوں کہ وہ ہماری اس فہرست میں نہ آسکے ہوں ان سے برائے کرم مطلع کردیجئے گا۔ دوسرے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کردیا جائیگا۔

اسی طرح جن زبانوں میں ہونے والے تراجم کی نشاندہی کی گئی ہے اگر ان میں کوئی خامی یا غلطی محسوس ہو تو اس سے بھی مطلع کردیجئے۔

(۵)

کتب فضائل کی طباعت کی عام اجازت اور ناشرین کیلئے ضروری ہدایات

حضرت شیخ زادمجدہ کی جتنی تالیفات و تصنیفات ہیں انکی شہرۂ آفاقی اور پذیرائی بالخصوص فضائل کی کتابوں کو جو عند اللہ و عند الناس مقبولیت حاصل ہے اس سے اپنے اور بیگانے سب ہی واقف ہیں۔

اگر مصنف زاد مجدہ ان کتابوں کے حقوق دوسرے اداروں کو فروخت کر دیتے یا اسکی رائلٹی (نفع) اپنے ہی لئے مخصوص کر لیتے تو یہ بڑی نفع بخش اور کامیاب تجارت بن سکتی تھی۔ لیکن آنمخدوم نے اپنی تالیفات کی جس طرح کھلے دل سے عام طباعت اور اشاعت کی اجازت دے رکھی ہے اسکے لئے وہ انشاء اللہ یوم آخرت میں بے پایاں اجر جزمیل کے مستحق ہونگے)۔

اُس زمانے میں جب کہ ان تالیفات کی طباعت کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اور مختلف تجار اپنے اپنے طور پر ان کتابوں کی اشاعت کے خواہاں تھے تو اس وقت صورت حال کچھ ایسی بن گئی تھی کہ حضرت شیخ ہر اجازت خواہ کو طباعت کی اجازت دے رہے تھے اور۔ ناظم مکتبہ یحیویہ "عام طباعت اور نشر و اشاعت میں مانع بنے ہوئے تھے اور مکتبہ کے لئے اس عام طباعت کو سخت نقصان دہ سمجھ رہے تھے اور وہ اس سلسلہ میں ایک بڑی حد تک حق بجانب بھی تھے کیونکہ مختلف ناشرین نے یہ کتابیں بغیر کسی تصحیح و صحت کے اہتمام کے طبع کرالیں جسکی بناء پر عوام حضرت مصنف اور مکتبہ یحیویہ کے متعلق بدظنی میں مبتلا ہو سکتے تھے۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے ناظم مکتبہ کا مانع بننا کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ مگر حضرت شیخ زاد مجدہ کا نظریہ اور تجارت کے متعلق سوچنے سمجھنے کا انداز بالکل جداگانہ ہے ان کا کہنا ہے کہ جملہ حقوق محفوظ کر دینے سے جہاں کتاب کی قدر و منزلت گھٹ جاتی ہے وہیں اس سے استفادہ اور اسکا مطالعہ محدود ہو جاتا ہے۔ اسلئے اس موقعہ پر انھوں نے اپنی جانب سے عام طباعت کی اجازت دیتے ہوئے ایک اعلان.... اخبارات میں شائع کرایا تھا جسکا مضمون یہ تھا!

بندۂ ناکارہ نے جو رسائل تالیف کیے ہیں۔ حکایات صحابہ، فضائل نماز وغیرہ نیز جو بھی اس ناکارہ کی تالیف ہے اردو کی ہو یا عربی کی نہ تو ان کا حق تالیف کسی کے لئے محفوظ ہے نہ کسی کو ان کی رجسٹری کرنے کا حق ہے۔ بندہ کی طرف سے ہر شخص کو اجازت ہے جس کا

دل چاہے طبع کرالے بشرطیکہ مضامین میں تصرف نہ کرے۔ البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ تصحیح کا حتی الوسع اہتمام کرے۔

زکریا کاندھلوی۔ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰ رجب ۱۳۶۵ھ

اس اعلان میں یہ چند چیزیں قابل غور ہیں جن کی اہمیت اب بھی اسی طرح باقی ہے۔

(۱) اول یہ کہ ان کتب کی طباعت کی عام اجازت ہے لیکن حق طباعت کسی کیلئے بھی محفوظ نہیں ہے اور رجسٹری کرنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ دینی کتابوں کے رجسٹرڈ کرنیکے بارے میں حضرت شیخ کا مسلک ہمیشہ سے یہ ہے کہ یہ چیز شرعاً جائز نہیں۔ (اگرچہ بعض دیگر اکابر علماء نے مختلف وجوہات کی بناء پر اسکے جواز کا فتوی دیا ہے۔) یہی مسلک قطب العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا ہے جیساکہ فتاوی رشیدیہ میں بھی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا کہ حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسپر امام ربانی نے تحریر فرمایا کہ حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔

اسی کا اثر ہے کہ جب ۱۹۶۵ء میں ایک مشہور و معروف تاجر کتب نے تبلیغی نصاب کے رجسٹرڈ کرانے کیلئے گورنمنٹ آف انڈیا کاپی رائٹ آفس میں درخواست دی اور محکمہ نے بہ حیثیت مصنف ہونیکے حضرت شیخ سے براہ راست اسکی اجازت لی (اور اس وقت اس کارروائی کا آپ کو علم ہوا) تو انتہائی مکدر ہوا اور محکمہ کو اپنی طرف سے نامنظوری دینے کے بعد ان درخواست دہندہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ!

ایک سرکاری لفافہ رجسٹرڈ پہنچا، جس کا ترجمہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اس ناکارہ کی کتابوں کو رجسٹری کرانا چاہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو بہت تعجب کی بات ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس ناکارہ نے مولوی نصیر الدین کو ہمیشہ باوجود انکے

شدید اصرار کے رجسٹری کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔ اگر یہ روایۃ صحیح ہے جو مجھے بتائی گئی ہے تو آپ کو میری طرف سے میری کتاب اب یا آئندہ چھاپنے کی کسی طرح بھی اجازت نہیں ہے۔

فقط محمد زکریا عفی عنہ۔ ۱۵ / اگست سنہ ۱۹۶۵ء

ایک دوسرے گرامی نامہ میں اپنے رنج و غم کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

ایک نہایت تکلیف دہ بات یہ پیش آئی کہ ایک سرکاری رجسٹری کل پہنچی جو انگریزی میں تھی۔ جس کا ترجمہ مجھے یہ بتلایا گیا کہ .... نے کوئی درخواست تبلیغی نصاب کی رجسٹری کی دی ہے اسکا جواب فوری طور پر بذریعہ رجسٹری حکومت کو بھیجدیا تھا اور ایک کارڈ رجسٹری میں نے خود بھی ان کی عالی خدمت میں بھیجدیا جسمیں ان کو لکھدیا کہ آئندہ سے میری کسی کتاب کے چھاپنے کی ضرورت نہیں۔

ان سے کہدیں کہ میری کتابوں کی اشاعت میں بجائے معین ہونیکے مانع تو نہیں بننا چاہیئے تھا۔ تم لوگوں کی خودغرضیاں، نفس پروریاں دینی کتابوں کی اشاعت گوارا نہیں کرتیں۔

کل دوپہر بھی نیند نہیں آئی اور رات بھی اسی کلفت میں تقریبًا ایک بجے تک نیند نہیں آئی۔

فقط والسلام۔ محمد زکریا کاندھلوی ۸-۴-۸۵ھ

(۲) — دوسرے یہ کہ مضامین میں تصرف کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں بلکہ وہی عبارت، وہی طرز و اسلوب باقی رکھا جائے جو مصنف کا اختیار کردہ ہے اب سے تقریبًا بائیس سال پیشتر لاہور کے ایک کتب فروش نے حکایات صحابہ کے متعلق اس چیز کی اجازت منگائی تھی کہ اسکی زبان میں تغیر کردیا جائے اور اسکا جو طرز ہے اسکو بدلکر دہلی کی زبان کے مطابق بنادیا جائے تو آں مخدوم نے کھلے

طور پر ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا اور لکھدیا تھا کہ عبارت یا الفاظ میں تغیر و تبدل یا حذف کی میری طرف سے ہرگز اجازت نہیں۔ ا ھ،

تاہم اسکی اجازت ضرور ہے کہ ان کتابوں کی تلخیص کوئی صاحب اپنے طور پر اگر شائع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن تلخیص و اختصار اور قطع و برید دو الگ الگ چیزیں ہیں اسکا خیال رکھیں۔

نیز یہ کہ اسکو تلخیص ہی کے نام سے شائع کریں تاکہ قارئین کو اصل کتاب سے اشتباہ نہ ہو جائے۔

اسی طرح اگر کوئی خاص مضمون اشتہار پمفلٹ اور کتابچہ کی صورت میں کوئی صاحب طبع کرانا چاہیں تو کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نوع کے پمفلٹ وغیرہ بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حال ہی میں جناب ابن غوری صاحب ایم اے دکن نے ان کتب فضائل سے اخلاق اور اخلاص کے مضامین مرتب کر کے فضائل اخلاق و اخلاص کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جو شاپنگ کارنر جامع مسجد معظم پورہ حیدرآباد نمبر ا سے شائع ہو چکی۔

(۳) تیسری چیز یہ کہ تصحیح کا خاطر خواہ اہتمام کریں۔ کیونکہ بسا اوقات کتابت کی غلطی سے مضمون بالکل بدل جاتا ہے۔ اور وہ معنے پیدا ہو جاتے ہیں جس کی طرف مصنف کا ذہن کبھی نہیں جاتا۔

کلکتہ میں چند سال بیشتر ایک صاحب نے فضائل کی کوئی سی کتاب طبع کرائی اور کاتب کی غلطی سے ایک سطر درمیان میں چھوٹ گئی جس کی وجہ سے معنے و مفہوم دونوں بدل گئے۔

جب یہ مضمون وہاں کی مقامی مسجد میں سنایا گیا تو اس پر ایک صاحب نے اعتراض کیا جو بالکل صحیح تھا۔ اہل تعلق اس غلطی کو واضح طور پر سمجھ نہ سکے اسلئے کبیدہ خاطر ہوئے۔ طے پایا کہ حضرت شیخ سے براہ راست استفسار کیا جائے۔

چنانچہ طرفین سے خط و کتابت ہوئی اپر حضرت شیخ نے اس کتاب کی اصل اور صحیح عبارت لکھ کر بھیجی تب کہیں جاکر یہ غلط فہمی رفع ہوئی - اسلئے اہل مطابع کیلئے ضروری ہے کہ وہ تصحیح کا بطور خاص اہتمام کریں۔

اسی طرح دوسرے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والوں پر اسکی پوری پوری ذمہ داری ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت اصل مضمون کو نہ بدلیں اور نہ ہی اپنی طرف سے کچھ اضافہ کریں - کیونکہ اوّل تو دوسرے کی کتاب میں بغیر اسکی اجازت کے تصرف کرنا جائز کہاں ہے ؟ اور دوسرے یہ کہ عام سمجھنے والے اسکو بھی مصنف کا مضمون سمجھیں گے۔

مترجمین کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا ترجمہ دو تین معتمد اور ذمہ دار حضرات کو دکھلا دیں تاکہ اغلاط کا امکان کم سے کم رہے۔

ترجمہ کرنے والے حضرات اسکا بھی دھیان رکھیں کہ آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کی عبارتیں عربی ہی میں رکھیں صرف ان کے ترجمے نقل کر دینے پر کفایت نہ کریں۔ کیونکہ اصل عربی عبارات نقل کرنے میں ان دونوں کی عظمت زیادہ محسوس ہوگی اور لطف دو بالا ہوگا۔

(۶)

ایک ضروری تنبیہ

فضائل کی کتابوں میں بالخصوص حکایات صحابہ میں دین کے ساتھ سچی محبت اور تعلق رکھنے والوں کے ایسے بلند پایہ اور اونچے واقعات لکھے ہوئے ہیں جن پر ایک عامی آدمی بالخصوص وہ شخص جس کو دین اور اہل دین سے کچھ تعلق نہ ہو اعتماد نہیں کرے گا اور جب بھی تنقیدی نظر سے دیکھے گا تو اس قسم کے واقعات اس کی نظر میں ہفوات اور لغویات ہی ہوں گے - اور تنقید کیئے بغیر اسکو چارۂ کار نہ ہوگا۔

ایسے حضرات سے تو کچھ عرض کرنا بے سود ہے اور غیر مفید۔

لیکن وہ حضرات جن کے دل میں یہ واقعات پڑھکر دینی اعمال پر چلنے کا

جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اکابر ومشائخ کے معمولات اور ان کے زہد وتقویٰ اور فقر وفاقہ کی بیش قیمت زندگی کو رشک کی نگاہ سے دیکھ کر وہی اعمال و اشغال کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کے لئے حضرت شیخ زادمجدہ کی جانب سے ایک اہم تنبیہ (بلکہ زیادہ مضبوط الفاظ میں ایک حکم) یہ ہے کہ ان واقعات اور معمولات کو قدر کی نگاہ سے تو ضرور دیکھیں مگر عمل اسی قدر کریں جس کا آسانی سے تحمل ہو سکے اور قوائے جسمانیہ اسکو برداشت کر سکیں ورنہ ایسا نہ ہو کہ پہلے سے جن اعمال دینی میں اشتغال تھا وہ بھی زیادتی کی حرص میں ختم ہو جائیں۔

راقم سطور کے پاس کتنے ہی خطوط ایسے محفوظ ہیں جن میں اہل تعلق نے جذبۂ دینی سے سرشار ہو کر اور ان واقعات سے متاثر ہو کر ایسے اعمال و اشغال کی اجازت طلب کی جو ان کی حیثیت اور قوت برداشت سے کہیں بڑھکر تھے مگر حضرت شیخ نے سختی سے ان کو منع فرما دیا اور مختلف انداز سے اس کی ممانعت فرمائی۔

ان خطوط کے جوابات میں ایک طرف تو ان لوگوں کی دلجوئی اور ہمت افزائی کا پہلو محفوظ رکھنا ہوتا ہے دوسری طرف خود ان معمولات اور واقعات کی اہمیت اور افادیت سنبھالنی ہوتی ہے جن پر عمل کرنے کے وہ مشتاق ہوتے ہیں۔ اسلئے عام طور سے آں مخدوم اس نوع کے شائقین کو اس طرح کے جوابات دیتے ہیں۔

ہر چیز میں اتباع کی کوشش ضرور کیجئے۔ بشرطیکہ اسکا تحمل ہو۔ تحمل سے زائد کوئی چیز اختیار نہ کریں۔

ظاہری اسباب معیشت کو ترک کرنا بہت اونچے درجہ کی چیز ہے ابھی اپنے آپ کو اتنا اونچا نہیں سمجھنا چاہیئے۔

آپ کا جذبہ بہت مبارک ہے مگر اسپر عمل ابھی ہرگز نہ کریں۔

امتی کو بمقتضائے عقیدت ومحبت ہر وقت اس جستجو میں رہنا چاہیئے کہ ہر ہر

میں اپنی استطاعت کے موافق اتباع نصیب ہو اور جس چیز میں کسی مجبوری سے نہ ہو سکے اسمیں اپنے کو کوتاہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو مرغوب کرنے کی سعی ہو۔ اور اسی کیلئے صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات پڑھے اور پڑھائے۔

فضائل صدقات پڑھکر ایک صاحب نے کانپور سے اپنے دلی جذبات اس طرح تحریر کیئے تھے۔

فضائل صدقات پڑھنے سے بہت کچھ معلوم ہوا اس سے پہلے ان صدقات کا علم نہیں تھا اور ایسی کتاب کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آپ دعا کریں کہ میری زندگی فضائل صدقات کے مطابق ہو جائے۔

حضرت شیخ زادمجدہ اگر صرف ایک عامی مصنف ہوتے تو خوش ہو جاتے کہ اللہ اکبر میری کتاب کی یہ پذیرائی اور اثرانگیزی، فوراً جواب لکھدیتے کہ میاں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاؤ۔ کیسے متعلقین اور کہاں کے حقوق۔ مگر اللہ رے شان تفقہ واحتیاط اور عامل بر قرآن والسنہ۔ جواب لکھا تو یہ لکھا

یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے اس ناکارہ کو بھی اور آپ کو بھی اسپر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن اس رسالہ میں بھی بار بار تنبیہ کر چکا ہوں کہ اپنی ضروریات، احوال کی رعایت اور متعلقین کے حقوق کی حفاظت اہم ہے۔ اسکا لحاظ ضرور رکھا جائے۔

ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے ان حضرات اکابر کے اتباع کے متحمل نہیں ہیں۔ اسلئے کوشش تو اپنے آپ کو اس طریق پر تحمل کی ضرور کی جائے۔ مگر تحمل سے زیادہ کوئی عملی اقدام ہرگز نہ کیا جائے۔ اور کوئی غیر معمولی اقدام اگر کیا جائے تو مشورہ اسمیں ضرور کر لیا جائے۔

خود حضرت شیخ زادمجدہ نے اپنی تالیف حکایات صحابہ میں اس چیز کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ ! اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ

لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہیئے کہ قویٰ ضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی ان کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہیئے کہ اسکی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے۔ (حکایات صحابہ باب سوم)"

بہر کیف آں مخدوم کی جانب سے اسپر ہر وقت تنبیہ ہے کہ اپنے تحمل سے بڑھکر کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے بعد میں دقت و دشواری ہو۔ انکی دار و گیر اور تنبیہات کے بعد بھی کوئی شخص اگر اسباب و وسائل کو ترک کر کے توکل کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنا چاہے تو بسم اللہ آگے بڑھے اور ترقی کرے، مگر خود اپنے اوپر اسکی ذمہ داری رکھے۔ حضرت مخدوم اور ان کی تالیفات اس سے بری ہونگی"

---

(۷)

بات جب کتب فضائل کے متعلق نکل چلی۔ تو اس سلسلہ میں اتنا اور عرض ہے کہ تبلیغی حضرات کو دعوتی اور اجتماعی کام کے دوران صرف ان ہی کتب فضائل کو مطالعہ میں رکھنے پر جو زور دیا جاتا ہے اسکا منشا صرف یہ ہے کہ یہ کتابیں تبلیغی تحریک کے بنیادی اصول کے موافق ہیں اور تحریک کے اصول اور مقصد کو سامنے رکھکر لکھی گئی ہیں۔

مثال کے طور پر دیکھیئے تبلیغی جماعت کا ایک بہت قدیم اور ابتدائی اصول ہے کہ جماعت اور تبلیغی اجتماعات میں مسائل ہرگز نہ بیان کئے جائیں، صرف فضائل اور ترغیب و ترہیب سے کام لیا جائے۔ حضرت اقدس تھانوی جیسے مصلح اور حکیم الامت نے بھی تجربہ سے اسکو موثر اور اسکا نافع ہونا بتلایا ہے اور مجمع

عام میں مسائل بیان کیے جانے پر چند نقصان دہ واقعات لکھے ہیں بعض ان میں سے خود حضرت اقدس تھانوی کو پیش آئے۔ چنانچہ افاضات یومیہ میں لکھنو کا ایک واقعہ سود کے مسائل بیان فرمانے کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ میں نے چند مسائل ربوا (سود) کے متعلق ایک دم سے بیان کر دیئے۔ سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا۔ میرے پاس مکرر تحقیق کیلئے آئے الخ۔ اس اختلاف سے حضرتؒ نے خود بھی نتیجہ نکالا ہے کہ مجمع عام میں مسائل نہ بیان کیے جائیں۔

آپ دیکھیں گے کہ فضائل کی ان کتب میں شاذ و نادر ہی مسائل لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے لکھنے سے قصداً احتراز ہی کیا گیا۔ خواہ وہ اجماعی مسائل ہوں یا اختلافی۔

ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ اعمال و اخلاق میں (جن پر فضائل کی کتب میں زیادہ مواد جمع کیا گیا ہے) ایسی برکات رکھی ہیں کہ ان کے اختیار کرنے سے آہستہ آہستہ خود ہی منکرات و معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اکابر تبلیغ مسلمانوں کے مزاج، عادات اور بڑھتی ہوئی بے دینی اور مغرب پسندی کو دیکھتے ہوئے ابتداء سے ہی یہ طے کیے ہوئے ہیں کہ انکے سامنے معروف کے فضائل اور اسکی خوبیاں تو علی الاعلان بیان کریں، مجامع میں اسکے فوائد بتلائیں اور ترغیب دیں۔ لیکن عمومی مجالس میں منکرات پر روک ٹوک نہ کی جائے کہ اس سے بددل اور ناشاد ہونیکا اندیشہ ہے۔ پھر بددلی کے بعد ان کا اجتماعات میں شریک ہونا بھی جاتا رہے گا۔ الحمد للہ اس اصول کی وجہ سے کتنی ہی جگہ جماعت کو کھل کر محنت کرنے اور مثبت ثمرات حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ اور ہر مسلک کے آدمیوں کو سر جوڑ کر بٹھا دیا۔ فضائل کی ان کتابوں میں اس اصول کی بھی بڑی رعایت ملے گی۔

ابھی ماضی قریب میں ایک بابرکت اسلامی ملک کے ایک مشہور ادارہ کے چند دردمند حضرات نے اپنے طرز اور اپنے اصولوں پر تبلیغی کام شروع کیا۔ اور باہر

جماعت بھیجی۔ اس جماعت نے بڑے شد و مد کے ساتھ حلال وحرام کے مسائل بیان کیئے۔ منکرات پر سختی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین سے دور رہنے والے طبقہ نے اچھی طرح سے ان کی مرمّت کردی۔ نتیجۃً یہ حضرات واپس آگئے اور اس عزم واستقلال کے ساتھ واپس آئے کہ اب دوبارہ واپس نہیں جائیں گے۔

اسکے بعد ان حضرات نے جب جماعت تبلیغ کے ذمہ داروں سے ملاقات کی اور ان سے کام کے اصول اور طریقے معلوم کیئے بالخصوص فضائل اعمال سُنانے کی حکمتیں اور مجمع عام میں منکرات پر تنبیہ نہ کرنیکی وجوہ سنیں تو وہاں کی ایک بڑی ذمہ دار اور اہم شخصیت نے یہ جواب دیا واللہ فعلک بالحکمۃ۔

بہرکیف خدانخواستہ کتب فضائل کے نصاب میں داخل کرنے اور اس کی ترغیب دینے سے منشا یہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت کے ہزاروں اور لاکھوں افراد کی زندگییں ان ہی چند کتب میں محصور کر کے رکھدی جائیں اور بقیہ لاکھوں دینی ومذہبی کتابوں سے استغنار اور استخفاف کا بیج ان کے دل میں بو دیا جائے۔

اگر یہ ممانعت والی بات صحیح ہوتی تو حضرت شیخ الحدیث زیدشرفہ (جن کا تبلیغ کے ساتھ تعلق اور اسکی سرپرستی و نگہداشت سب پر آشکارا ہے) کے ان معمولات میں جو متوسلین اور مریدین کے لئے لکھے گئے ہیں (اور جن میں تبلیغی جماعت کا بھی ایک بہت بڑا حلقہ شامل ہے) تعلیم الطالب، حیٰوۃ المسلمین، تعلیم الدین وغیرہ کے مطالعہ میں رکھنے کی ترغیب و تحریض نہ ملتی۔

کتنے ہی خطوط اس مخدوم کے ایسے دیکھے جاسکتے ہیں جن میں دیگر علمار اور اکابر امت سے استفادہ کرنے اور ان کی تصانیف کو مطالعہ میں رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے کسی مخصوص ماحول کی درستگی واصلاح کے لئے مختلف افراد کو خود حضرت شیخ کی جانب سے حضرت اقدس تھانوی، شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب، مفتی اعظم حضرت مولانا الحاج کفایت اللہ صاحب دہلوی وغیرہ حضرات کی تالیفات مطالعہ میں رکھنے پر

زور دیا گیا ہے۔

(۸)

اس مقدمہ میں جن امور کے لکھنے کا خیال تھا وہ الحمد للہ قریب قریب سب لکھے جا چکے۔ اب اخیر میں دو چیزیں مزید لکھ کر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

فضائل کی کتب میں جو احادیث و روایات ذکر کی گئی ہیں وہ اکثر صحاح ستہ یعنی بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی، ابو داود، نسائی، ابن ماجہ سے لی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں سے مدد لی گئی ہے، جو کچھ لکھا گیا وہ قدماء اور اسلاف کے فرمودات اور اقوال کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور معتمد و معتبر کتابوں سے منقول ہے۔ حضرت شیخ زاد مجدہ خود ہی فضائل قرآن مجید کی ابتدائی سطور میں تحریر فرماتے ہیں!

وممالابد من التنبیہ علیہ انی اعتمدت فی التخریج علی المشکوٰۃ وتخریجہ وشرحہ المرقاۃ وشرح الاحیاء للسید محمد المرتضیٰ والترغیب للمنذری وما عزوت الیھا لکثرت الاخذ عنھا وما اخذت عن غیرھا عزوتہ الی ماخذہ۔

یعنی اس جگہ ایک ضروری امر پر تنبیہ کرنا بھی لابدی (ضروری) ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ، مرقاۃ اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے اسلئے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں اور سے لیا ہے تو اسکا حوالہ نقل کر دیا

فضائل کی تمامی کتب میں اسی مضمون بالا کی رعایت موجود ہے اور بطور خاص فضائل قرآن مجید میں اس چیز کی توضیح اس وجہ سے کر دی گئی کہ یہ اس سلسلہ کا پہلا رسالہ تھا، جو روایات ضعیفہ ذکر کی گئی ہیں ان کیلئے بطور خاص بہت سے طرق اور شواہد تحریر کئے گئے ہیں کیونکہ ضعیف روایۃ کیلئے اگر دوسرے طرق سے تائید اور شہادت پیش کر دی جائے تو اسکو ایک حد تک تقویت ملجاتی ہے۔ یہی وہ ضابطہ ہے جو محدثین کے یہاں الحدیث الضعیف یشد بعضہ بعضا جیسے الفاظ سے لکھا ہوا ملتا ہے۔

نیز روایت کی جو بھی نوعیت تھی وہ بلا کم و کاست متن میں عربی ہی میں لکھدی

گئی۔ تاکہ کسی روایت کے متعلق کوئی خلجان اگر پیدا ہو تو وہیں سے اس کا دفعیہ بھی ہو جائے۔ اور یہ چونکہ اہل علم کے ذوق کی اور ان ہی کے سمجھنے کی چیز تھی اسلئے عربی میں لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو حضرت مصنف زاد مجدہ نے بڑی طویل طویل عبارات تحریر فرما کر ان روایات کی حیثیت متعین کی ہے اور شہادتیں پیش کی ہیں:

اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ زاد مجدہ کی یہ تحریر بالکل کافی ہے، جو ایک خط کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

فضائل کی روایات کے متعلق اصولاً یہ ذہن میں ہے کہ فضائل میں معمولی ضعف قابل اعتبار ہے۔ اسلئے جن روایات کو ذکر کیا گیا ہے ان میں اس اصول کی رعایت کی گئی ہے۔ اور جن روایات پر کسی نے کلام کیا ہے اسکو ظاہر کر کے اسکے انجبار ضعف کی دلیل بھی ظاہر کر دی گئی۔ اس چیز کا تعلق چونکہ عوام سے نہیں تھا بلکہ اہل علم سے تھا۔ اسلئے اسکو عربی میں لکھا کہ عوام کی عقول سے یہ چیزیں بالاتر تھیں۔ اگر جناب کے خیال میں ایسی روایات ہوں جن کا ضعف ناقابل انجبار ہو تو بے تکلف نشان دہی فرمادیں۔ غور کے بعد ان کو حذف کیا جا سکتا ہے۔

اس ناکارہ نے تو اسمیں صرف اپنی رائے پر مدار نہ رکھا تھا بلکہ متعدد اہل علم بالخصوص مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ (مظاہر علوم) اور قاری سعید احمد صاحب مفتی (اعظم) مدرسہ سے حرفاً حرفاً ان پر اولاً نظر ثانی کرائی تھی۔ اور جن چیزوں پر ان میں سے کسی نے بھی گرفت کی ان کو قلم زد کر دیا تھا، اسی بناء پر ان میں سے ہر رسالہ میں تقریباً ایک ربع یا ایک خمس کے قریب اصل مسودہ سے کم ہے۔

اسکے بعد بھی یقیناً ان میں کمی کی بہت گنجائش ہے۔" فقط۔

(۹) فہرست ماخذ کتب فضائل

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۱	بخاری شریف	ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم ۔ م ۲۵۶ھ
۲	فتح الباری	ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۔ م ۸۵۲ھ
۳	اسد الغابہ	علامہ ابن اثیر جزری ۔ متوفی ۶۳۰ھ
۴	در منثور	علامہ جلال الدین سیوطی ۔ م ۹۱۱ھ
۵	خصائص کبریٰ	علامہ سیوطی ۔ متوفی ۹۱۱ھ
۶	تاریخ خمیس	شیخ حسین محمد ابن الحسن ۔ م ۹۶۶ھ
۷	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ۔ م ۱۳۶۲ھ
۸	جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان ۔ م ۱۰۹۴ھ
۹	تاریخ الخلفار	علامہ جلال الدین، عبد الرحمٰن سیوطی م ۹۱۱ھ
۱۰	اشہر مشاہیر اسلام	رفیق بک اعظم ۔
۱۱	مشکوٰۃ شریف	ابو عبد اللہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ العمری ۔ م ۷۳۷ھ
۱۲	احیار العلوم	حجۃ الاسلام امام غزالی ۔ م ۵۰۵ھ
۱۳	مسلم شریف	ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری ۔ م ۲۶۱ھ
۱۴	قیام اللیل	ابو نصر محمد بن احمد بن علی مروزی ۔ م ۲۹۴ھ
۱۵	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی ۔ م ۲۷۹ھ
۱۶	شمائل ترمذی	〃 〃
۱۷	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی م ۷۴۸ھ
۱۸	بذل المجہود	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی ۔ م ۱۳۴۶ھ
۱۹	شفا	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی م ۵۴۴ھ
۲۰	ابو داؤد شریف	ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی ۔ م ۲۷۵ھ

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۲۱	موطا امام مالک	ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک۔ م ۱۷۹ھ
۲۲	کتاب الاموال	امام ابو عبید القاسم بن سلام
۲۳	اقامۃ الحجۃ	حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
۲۴	بیہقی	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی م ۴۵۸ھ
۲۵	درایہ	حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ
۲۶	اصابہ	حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی م ۸۵۲ھ
۲۷	قرۃ العیون	شیخ ابو اللیث سمرقندی م ۶۰۶ھ
۲۸	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی م ۱۲۳۹ھ
۲۹	طبقات	محمد بن سعد کاتب الواقدی م ۹۰۳ھ
۳۰	کتاب الامۃ والسیاسۃ	عبداللہ بن مسلم
۳۱	تلقیح فہوم الاثر	جمال الدین، عبدالرحمٰن بن الجوزی م ۵۹۷ھ
۳۲	مسند احمد	ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رح م ۲۴۱ھ
۳۳	مقدمہ اوجز المسالک	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ
۳۴	ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی م ۲۷۳ھ
۳۵	سنن دارمی	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمی م ۲۵۵ھ
۳۶	استیعاب	حافظ ابن عبدالبر مالکی م ۴۶۳ھ
۳۷	طبرانی	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب م ۳۶۰ھ
۳۸	نسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی۔ م ۳۰۳ھ
۳۹	الترغیب والترہیب	ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری م ۶۵۶ھ
۴۰	ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان۔ م ۳۵۴ھ
۴۱	مستدرک حاکم	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد۔ م ۴۰۵ھ
۴۲	الزواجر	امام ابن حجر المکی الہیتمی م ۹۷۳ھ

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۴۳	مسند بزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار۔ م ۲۹۲ھ
۴۴	مصنف ابن ابی شیبہ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ۔ م ۲۳۵ھ
۴۵	مسند ابو یعلی	احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی۔ م ۳۰۷ھ
۴۶	سنن دار قطنی	ابو الحسن علی بن عمر بن احمد۔ م ۳۸۵ھ
۴۷	شرح السنۃ	حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی م ۵۱۶ھ
۴۸	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی۔ م ۴۳۰ھ
۴۹	رحمۃ المہداۃ	علامہ ابو الخیر نور الحسن خاں الحسینی
۵۰	کنز العمال	علامہ علی متقی برہانپوری۔ م ۹۷۵ھ
۵۱	مسند ابن خزیمہ	ابو بکر محمد بن اسحٰق ابن خزیمہ۔ م ۳۱۱ھ
۵۲	مسند الفردوس	ابو منصور الدیلمی
۵۳	مسند ابو عوانۃ	یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم نیشاپوری
۵۴	زاد السعید فی ذکر النبی الحبیب	حضرت اقدس تھانوی م ۱۳۶۲ھ
۵۵	القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع	علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر السخاوی شافعی۔ م ۹۰۲ھ
۵۶	روض الفائق	شیخ شعیب الحریفیش۔
۵۷	نزہۃ البساتین	ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یمنی یافعی
۵۸	حرز ثمین فی مبشرات النبی الامین	مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ م ۱۱۷۶ھ
۵۹	یوسف زلیخا	مولانا عبد الرحمٰن جامی
۶۰	قصائد قاسمی	قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی م ۱۲۹۷ھ
۶۱	احکام القرآن	حجۃ الاسلام ابو بکر احمد بن علی رازی الجصاص۔ م ۳۷۰ھ
۶۲	عینی شرح بخاری	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی م ۸۵۵ھ

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۶۳	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	علامہ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی۔ م ۱۰۱۴ھ
۶۴	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں بہادر۔ م ۱۲۸۹ھ
۶۵	فتاویٰ عالمگیری	از علمائے ہندوستان، در عہد حضرت عالمگیرؒ
۶۶	عون المعبود فی شرح سنن ابی داود	ابو عبد الرحمٰن شرف الحق المعروف بہ مولانا محمد اشرف صاحب عظیم آبادی۔ م ۱۳۲۶ھ
۶۷	تنبیہ الغافلین	شیخ ابو اللیث سمرقندی۔ م ۶۰۶ھ
۶۸	جمل	شیخ سلیمان الجمل
۶۹	حصن حصین	شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری الشافعی م ۸۲۳ھ
۷۰	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین الہیثمی۔ م ۸۰۷ھ
۷۱	کوکب الدری	حضرت شیخ زاد مجدہ۔
۷۲	حجۃ اللہ البالغہ	مسند ہند شاہ ولی اللہ صاحب۔ م ۱۱۷۶ھ
۷۳	مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی م ۹۰۲ھ
۷۴	جامع الصغیر	ابو الفضل عبد الرحمٰن جلال الدین السیوطی۔ م ۹۱۱ھ
۷۵	تفسیر کبیر	عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر۔ م ۷۷۴ھ
۷۶	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم۔ م ۷۴۱ھ
۷۷	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد ابن محمد الحسینی الزبیدی م ۱۲۰۵ھ
۷۸	مستدرک حاکم	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم نیساپوری، م ۴۰۵ھ
۷۹	ارواحِ ثلاثہ	ترتیب، مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، مظاہری
۸۰	تہذیب التہذیب	شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی۔ م ۸۲۵ھ
۸۱	مسامرات	شیخ اکبر ابن عربی
۸۲	روض الریاحین	ابو محمد عبد اللہ بن اسعد یمنی یافعی
۸۳	مثیر العزم	جمال الدین عبد الرحمٰن بن الجوزی۔ م ۵۹۷ھ
۸۴	الکامل	عز الدین علی بن محمد المعروف بابن اثیر جزری۔ م ۶۳۸ھ

تنبیہ

اس فہرست ماخذ میں وہ کتابیں شامل نہیں جن کے اسمار حضرت مصنف زادمجدہٗ نے کسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے یا شواہد کے طور پر لکھے ہیں۔ بلکہ صرف وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر بطور ماخذ ومصادر کے آیا ہے۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

یکم صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۳ فروری ۱۹۷۵ء جمعرات

اشکالات وجوابات ـــ فضائل قرآن مجید

مکتوب نمبر ۱ :-

جناب قبلہ وکعبہ محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
عرض یہ ہے کہ آپ کا رسالہ فضائل قرآن میں یہ پڑھا ہے کہ قرآن شریف کا سمجھ کر یا بلا سمجھ کر پڑھنا ہر حال میں مستحق اجر ہے ۔ یہ تو حدیث پاک سے ثابت ہے لیکن ایک جگہ یہ بھی پڑھنے میں آیا ہے کہ قرآن شریف صرف پڑھنے کے لئے نازل نہیں ہوا ۔ تو اس سے کیا مراد ہے ؟ اور اس قسم کے مضمون کا بیان غیر عالم کرسکتا ہے یا نہیں ؟
فقط والسلام

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ ۔ بعد سلام مسنون ، عنایت نامہ پہنچا ۔ آپ نے جو فضائل قرآن کے متعلق اشکال لکھا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا ۔ یہ دونوں مضمون تو حدیث پاک کے ہیں کہ قرآن پاک کا بغیر سمجھے پڑھنا بھی اجر سے خالی نہیں دوسرے یہ بات کہ قرآن پاک عمل کے واسطے نازل ہوا ہے یہ بھی ظاہر ہے ۔ اصل قرآن پاک اسی لئے نازل ہوا ہے کہ آدمی اسکو سمجھ کر پڑھے اور اس پر عمل کرے ، لیکن بغیر سمجھے پڑھنے پر بھی اجر کا ملنا یہ اللہ کا احسان ہے ۔ آپ نے لکھا کہ اس قسم کا مضمون غیر عالم بیان کرسکتا ہے یا نہیں ۔ بندہ کا خیال ہے کہ غیر عالم کو کتاب پڑھکر سنا دینی چاہیئے ۔ اور اپنی طرف سے اس قسم کے مضمون کو بیان نہیں کرنا چاہیئے کہ اسمیں اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں ۔ اور غیر عالم کی تعبیر میں یہ بھی اشتباہ ہے کہ ممکن ہے کہ تعبیر میں کوئی غلطی ہو جائے ۔ لیکن کتاب میں جو لکھا ہے اس کے سنا دینے میں کوئی حرج نہیں ۔ فقط محمد زکریا ۸ ، ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر ۲ :

مخدومنا المکرم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہ ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ گذارش ہے کہ بندہ حافظ قرآن ہے لیکن

بہت جلد بھول جاتا ہے۔ آج آپ کی تصنیف چہل حدیث فضائل قرآن پر نظر پڑی اسمیں حفظ قرآن کی ترکیب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بتلائی تھی دیکھی۔ جی چاہتا ہے کہ اسکو پڑھوں۔ مگر اسمیں ایک چیز سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ یہ کہ اسمیں جناب نے لکھا ہے کہ چوتھی رکعت میں التحیات سے فارغ ہو کر خوب حمد وثنا، درود علی الانبیاء، استغفار علی المومنین کے بعد دعاء اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا۔ پڑھے۔

تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ سب چیزیں نماز سے فارغ ہو کر یعنی سلام پھیر کر کرے یا التحیات کے بعد حمد وثنا اور دعا پڑھکر سلام پھیرے۔ میں نے اس سے قبل ہی عمل کیا تھا تو سلام پھیرنے کے بعد حمد وثنا اور دعا مانگا کرتا تھا۔ امید ہے کہ جناب مطلع فرمائیں گے۔"

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ وہ دعا اگر حفظ یاد ہو تو سلام پھیرنے سے قبل اچھا ہے ورنہ سلام پھیرنے کے بعد دیکھ کر پڑھ لے۔" فقط محمد زکریا ۲ رجب سنہ ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر (۳)

عنایت فرمایم زیدت عنایاتکم۔ السلام علیکم۔

میں عالم نہیں ہوں مگر عالموں کی صحبت میں رہا ہوں۔ اسلئے کچھ باتیں معلوم ہو گئیں۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ساٹھ برس سے اوپر کی ملاقات تھی۔ جب وہ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں پڑھاتے تھے ان سے آخر تک ملاقات رہی۔ آپ کی کتاب فضائل قرآن مجید کی چہل حدیث دیکھی، نہایت عمدہ کتاب ہے مگر اسکے صفحہ بیس پر یہ حدیث لا اقول الم حرف بل الف حرف لام حرف ومیم حرف اسکے بعد لکھا ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ الم سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا الم ترکیف الخ۔

سوال یہ ہے کہ یہ کس کا قول ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ تو بالکل صاف ہیں

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے۔ اسلئے کہ اسمیں تین حرف ہیں اور الم تر میں دو حرف ہیں۔ ایک الف، دوسرے لم"

جواب عنایت فرمایم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ آپ نے چہل حدیث کی اس روایت کے متعلق دریافت فرمایا جسمیں ہر حرف پر دس نیکیاں ارشاد فرمائی گئیں ہیں اور اس کی مثال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ الم کو ذکر کیا ہے۔

اسکے متعلق جو علماء کے دونوں چہل حدیث میں ذکر کیئے گئے ہیں وہ دونوں قول مشکوۃ شریف کی شرح مرقات میں ملا علی قاری نے ذکر کیئے ہیں۔ جناب کا یہ ارشاد کہ الم تین حرف نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک ہمزہ دوسرے لم یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ تو لکھے ہوئے۔ کلمے بیشک دو ہی ہیں لیکن حرف تو بہر حال تین ہی ہیں۔ ہمزہ۔ لام، اور میم۔

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں الم سے مراد سورہ فیل کا شروع ہے تو پھر یقیناً سورہ بقر کے شروع میں نو حرف ہوگئے اسمیں کیا تردد ہے" فقط والسلام۔ زکریا ۳/۱۲ ۷۲ھ

مکتوب نمبر (۴)

مولانائے محترم۔ السلام علیکم۔

آپ کی تصنیف فضائل القرآن کے صفحہ ساٹھ پر حفظ کلام پاک کی فضیلت کے سلسلہ میں آیۃ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کا ترجمہ یہ فرمایا گیا ہے۔ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر دیا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔

اس ضمن میں میں نے قرآن مجید کے کئی تراجم دیکھے۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالقادر، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا حیرت دہلوی، مولوی ڈپٹی نذیر احمد۔ لیکن کسی میں بھی وہ ترجمہ نہیں ملا جو آپ نے فرمایا ہے بلکہ علی العموم جو ترجمہ آیت مذکورہ کا

کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پس ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے۔

موجب کرم ہوگا اگر آپ اس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ آیت مذکورہ اس ترجمہ کی جو آپ نے فرمایا ہے کہاں تک متحمل ہو سکتی ہے: فقط

جواب عنایت فرمایم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ تاخیر سے پہنچیا۔ معلوم نہیں کہاں رہا۔ علماء تفسیر نے دونوں معنے لکھے ہیں۔ جلالین شریف جو مشہور درسی کتاب ہے اسمیں لکھا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اے سہلنا للحفظ۔ اور اس کی شرح جمل میں تو قرطبی سے حفظ والے معنی کو اصل قرار دیا ہے اور دوسرے معنی کو مجوز کر کے لکھا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ عربی سے واقف ہیں یا نہیں۔ اگر نہ ہوں تو کسی عالم سے فرما دیں کہ وہ اس جگہ کی جلالین اور جمل کا مطلب آپ کو سمجھا دیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے دینی تحقیق کا احساس عطا فرمایا حق تعالیٰ شانہ مبارک فرما دیں اور زیادتی عطا فرما دیں۔

محمد زکریا ۱۰ ربیع الاول ۸۸ھ

مکتوب نمبر (۵)

حضرت الشیخ زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فضائل قرآن میں دعائے حفظ قرآن میں جو وان تغسل بہ بدنی آیا ہے اسکے بارے میں جو مصری معلم دار العلوم دیوبند میں قیام پذیر ہیں انھوں نے بڑی قوت سے یہ فرمایا ہے کہ حدیث میں بس دو روایتیں ہیں ایک ان تستعمل بہ بدنی اور دوسری وان تعمل بہ بدنی۔ مگر میں نے اس دعا کا جو اردو ترجمہ دیکھا تو وہ اس طرح ہے۔ اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے:

اب مطلع فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے:

جواب ...... مصری عالم کا یہ کہنا کہ صرف دو روایتیں ہیں صحیح نہیں۔ بلکہ اس بارہ میں روایۃ کے الفاظ مختلف ہیں۔ میں نے جو لفظ وان تغسل لکھا ہے وہ ترمذی شریف کے متن میں ہے اور تعمل کا نسخہ حاشیہ پر لکھا ہے۔ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا صحیح کردہ نسخہ سب سے زیادہ معتبر قرار دیا گیا ہے۔ اسمیں صفحہ دو سو سولہ (۲۱۶) جلد دوم میں وان تغسل ہی وارد ہے۔ اور اسی کو علامہ جزری نے حصن حصین میں صفحہ ایکسو ترپن (۱۵۳) پر اختیار کیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اسکا ترجمہ حاشیہ پر "اے تطہر بسبب العمل به ذنوبی او را عضاء بدنی" لکھا ہے۔" فقط والسلام محمد زکریا ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ"

اشکالات و جوابات ــــــ فضائلِ رمضان

مکتوب نمبر (۶)

محترم مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فضائل رمضان پر آپ کا مضمون پڑھ رہی ہوں۔ ایک جگہ آپ نے دعار کے قبول ہونے کے سلسلہ میں حجاج کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے دعار قبول ہونے والی جماعت کے لوگوں کی دعوت کر کے حرام غذا ان کے پیٹ میں ڈالدی۔ اور کہا کہ میں اب ان کی بددعا سے محفوظ ہو گیا۔

اس سلسلہ میں آپ مہربانی فرما کر یہ لکھیں کہ اس واقعہ کے بعد اس جماعت کے لوگوں کی پھر اور کوئی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ کیونکہ آپ نے اس مضمون میں صرف ایک واقعہ کی طرف نشاندہی کی ہے۔ امید کرتی ہوں کہ آپ جواب مرحمت فرمائیں گے۔" فقط"

جواب ہمشیرہ سلمہا۔ بعد سلام مسنون، تمہارا خط پہنچا۔ اس سے مسرت ہوئی کہ فضائل رمضان تم نے مطالعہ میں رکھی۔ بہت اچھا بہت مبارک ہے۔ حجاج والا واقعہ جتنا کتابوں میں تحریر تھا اتنا میں نے نقل کر دیا اس سے زائد واقعہ میں کوئی چیز میں اپنی طرف سے نقل نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ قواعد کا تقاضہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے استغفار اور توبہ کرلی ہوگی یا ان کے بدن سے حرام غذا کا اثر جاتا رہا ہوگا ان کی تو انشاء اللہ ضرور قبول ہوئی ہوگی اور یہ جو خیال لکھا گیا وہ تو حجاج ہی کا خیال تھا۔ اسلئے کہ مقصد حرام غذا سے پرہیز کرنا ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و کرم سے کسی خوبی کی وجہ سے دعا قبول فرمالیں تو وہ اور بات ہے۔ مظلوم کی دعا، تو ہر حال میں قبول فرما لیتے ہیں چاہے فاسق ہی کیوں نہ ہو۔" فقط

محمد زکریا ۳، ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مکتوب نمبر (۷)

سیدی و مولائی حضرت شیخ مدظلہ العالی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عرض یہ ہے کہ فضائل رمضان میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی ہے وہ یہ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت۔ دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی۔

اسمیں افطار کے وقت کی تشریح مطلوب ہے۔ عین افطار کے وقت یا افطار سے پہلے یا افطار کے بعد۔ اگر افطار سے پہلے ہو تو کم از کم کتنے منٹ پہلے دعا شروع کیجائے نیز دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا شرط ہے یا نہیں؟ فقط

جواب افطار کے وقت کی دعا، افطار کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اسمیں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے: فقط محمد زکریا

مکتوب نمبر (۸)

محترمی و مکرمی مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض آنکہ میرا ایک دوست ہے جس سے مجھے انتہائی انس ہے مگر وہ بیچارہ دین سے دور ہے نماز وغیرہ کا بھی پابند نہیں۔ میں حتی المقدور کوشش کرتا ہوں کہ وہ کسی طرح نماز کا پابند ہو جائے۔ چنانچہ مولانا الیاس صاحبؒ کی جماعتوں کے ساتھ چونکہ خود جاتا ہوں۔ اسلئے اسے بھی جانے کی دعوت دیتا رہا کہ شاید اسکی اسی طرح سے اصلاح ہو جائے۔ مگر چونکہ اس سے انتہائی محبت ہے اسلئے ذرا ذرا سی بات پر اس سے بول چال بھی بند کر لیتا ہوں۔ اب بھی تقریباً تین ماہ سے بول چال بند ہے۔ اس قطع کلامی کے باوجود اس سے اب بھی محبت ہے مجھے ہمیشہ یہ افسوس رہتا ہے کہ میں تو اس کی ہر بات ماننے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب وہ کوئی اپنا کام ہوتا ہے تو ملنے کے لئے بھی آجاتا ہے۔

اب معروض یہ ہے کہ جناب کی کتاب فضائل رمضان کے صفحہ تینتالیس (۴۳) پر لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن بھ چھوٹ چھٹا ورکھے اگر اسی حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔

مطلع فرمایئے کہ کیا میں مندرجہ بالا حدیث جو اوپر لکھی ہے اس کی گرفت میں آتا ہوں یا نہیں؟ اور اگر آتا ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میری اصلاح کے لئے مجھے کچھ نصیحتیں فرمایئے۔ کیونکہ میں غصہ والی طبیعت کا آدمی ہوں۔ اکثر دوستوں سے بھی جھگڑ پڑتا ہوں۔ مگر خدا کے خوف کی وجہ سے ہاتھا پائی تک نوبت نہیں آتی۔

جواب مکرم محترم۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کا مشترک گرامی نامہ بنام احقر اور مفتی صاحب پہنچا۔ بندہ کی عادت مسائل کے جواب لکھنے کی نہیں ہے بلکہ جو براہ راست بندہ کے پاس استفتار کا خط آتا ہے وہ بھی

مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔ اسکے باوجود بہ چند وجوہ بندہ خود ہی عریضہ لکھ رہا ہے۔

اولاً اس وجہ سے کہ یہ سوال بندہ ہی کے رسالہ سے پیدا ہوا۔ دوسرے جناب کا تبلیغی جماعت سے تعلق جس سے مجھے خصوصی انس ہے۔ تیسرے آپ نے مسئلہ کے ساتھ اپنے لئے مشورہ بھی دریافت فرمایا۔

لہٰذا مسئلہ کے متعلق تو یہ ہے کہ جناب نے جس رسالہ کا حوالہ ذکر فرمایا ہے اسمیں تو خود ہی بڑی وضاحت اس امر کی کر دی گئی ہے کہ یہ ساری وعیدیں ...... اسی صورت میں ہیں جب کہ ترک کلام کسی دنیوی نزاع کی وجہ سے ہو۔ اگر کسی دینی مصلحت یا شرعی معصیت کی وجہ سے ترکِ کلام کیا جائے تو وہ اسمیں داخل نہیں۔ دوسری بات یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ترکِ کلام کی جو وعیدیں آئی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ ترکِ سلام بھی کر دیا جائے۔ اگر سلام کا سلسلہ باقی رہے تو پھر وہ ترکِ کلام کی وعید سے نکل جاتا ہے۔

آپ نے اپنے سوال کی وجوہ میں جو یہ لکھا کہ وہ اپنی غرض سے ملتا ہے ویسے نہیں ملتا۔ یہ قابلِ رنج تو ضرور ہے مگر اس پر ترک سلام نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ آپ خود ابتداء بالسلام کیا کریں۔

اسی طرح تمھاری بات نہ ماننا اور انکار کر دینا ہے۔ اگر وہ نہ ماننا کسی دینی امر کا ہو تو ترکِ کلام میں مضائقہ نہیں۔ اور کسی دنیوی وجہ سے ہو تو ترکِ کلام ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔

اسی طرح تعلق تو غیر اللہ سے جتنا بھی کم ہو اچھا ہی ہے۔ مدارات دوسری چیز ہے۔ اور دلی تعلق دوسری چیز ہے۔ دلی تعلق تو آدمی جتنا بھی پیدا کر سکے اس کے لئے صرف ایک ہی پاک ذات ہے اور مدارات غیروں سے حتیٰ کہ غیر مسلموں سے بھی چاہیئے اور پھر حسب مراتب اسی مدارات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اہلِ قرابت سے اور بھی موکد ہو جاتا ہے۔"

لہٰذا اگر آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ ترکِ کلام سے دلی تعلق کم ہو جائے گا تو سلام کے علاوہ ترکِ کلام میں مضائقہ نہیں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ بات بات پر غصہ آ جاتا ہے اسکے متعلق ایک بات کو کثرت سے سوچا کریں وہ یہ کہ میں اپنے مالک کی کتنی نافرمانیاں صبح سے شام تک کرتا ہوں۔ پس اگر میرے دوست احباب یا چھوٹے میرا کہنا نہ مانیں تو میرا کیا منھ ہے کہ ان پر غصہ کروں۔

اس کے بعد اگر وہ نافرمانی کسی دینی امر کی وجہ سے ہے تو اسکے اظہار کی کوشش کیجئے۔ حتیٰ کہ اگر غصہ نہ بھی آوے تب بھی بتکلف غصہ ظاہر کیجئے۔ اور اگر کسی دینی وجہ سے نہیں ہے تو پھر معاً اسی بات کو یاد کیجئے کہ میں اپنے مالک، خالق، رزاق جسکے ہر آن لاکھوں احسان ہیں کونسی اطاعت کر رہا ہوں کہ دوسروں سے اطاعت کی امید رکھوں۔ انشاء اللہ اس پر عمل کرنے سے کچھ دن بعد غصہ کم ہو جائیگا۔

البتہ اس کی کوشش کریں کہ ترکِ سلام کی نوبت بلا صریح معصیت کے کسی سے بھی نہ آوے۔ فقط والسلام

محمد زکریا ۲۴، جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

مکتوب نمبر (۹)

بعد بصد نیاز در خدمت بندہ رقم طراز ہے کہ آپ نے فضائل رمضان میں جو حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت شداد رضی اللہ عنہم اجمعین اسود بن یزید سعید بن المسیب، صلہ بن اشیم، حضرت قتادہ، امام ابو حنیفہ، ابراہیم ابن ادہم امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو واقعات نقل کیے ہیں تو وہ کن کن کتابوں سے نقل کیے ہیں۔ مطلع فرمائیں۔

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ کئی دن ہوئے گرامی نامہ آیا تھا آپ نے سوال میں دس حضرات کے اسماء گرامی لکھ کر دریافت فرمایا ان کے واقعات کہاں سے نقل کیے۔ اسمیں آپ نے ایسے اجمال سے کام لیا جس

وجہ سے مجھے فضائل رمضان کو اول سے دیکھنا پڑا۔ اور مختلف اسماء آتے رہے بہت دور جاکر ان حضرات کا تذکرہ ملا۔ اسی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اگر صفحہ کا یا موقعہ کا حوالہ آپ تحریر فرما دیتے تو زیادہ دقت نہ ہوتی۔

یہ واقعات مولانا عبدالحی صاحب کے مشہور رسالہ "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبادۃ لیس ببدعۃ" لکھے گئے ہیں۔ اسمیں صفحہ سات ۷ سے صفحہ دس ۱۰ تک ملاحظہ فرمائیں۔" فقط

محمد زکریا۔ ۲۹ جمادی الاول ۷۲ھ "

مکتوب نمبر (۱۰)

سیدی و مولائی حضرت شیخ صاحب قبلہ مدظلہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رمضان المبارک قریب ہیں۔ اسلئے آپ کی کتاب فضائل رمضان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کتاب کے صفحہ اٹھارہ ۱۸، انیس ۱۹ پر لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ مطیع بیٹے کی شفقت و محبت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔

میری نوٹ بک میں ایک حدیث ان الفاظ سے لکھی ہوئی ہے:-

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن ولد بارٍ ینظر الی والدیہ نظر رحمۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ قالوا وان نظر کل یوم مأتہ مرۃ قال نعم اللہ اکبر و اطیب۔

کیا یہ الگ الگ دو حدیثیں ہیں یا ایک ہے؟ میں ان دونوں حدیثوں کا حوالہ چاہتا ہوں کہ کس کتاب میں ہے" فقط

جواب عنایت فرمایم سلمہ، بعد سلام مسنون۔ آج اتفاق سے آپ کا جوابی کارڈ ڈاک میں رکھا ہوا ملا۔ قلق ہوا معلوم نہیں جواب کیوں رہ گیا۔

یہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور مشکوٰۃ شریف میں صفحہ چار سو تیرہ (۴۱۳) پر باب البر والصلہ میں بیہقی کی شعب سے نقل کی گئی ہے۔" فقط

محمد زکریا ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

مکتوب نمبر (۱۱)

مخدومی قبلہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
واقعی رمضان المبارک میں آنجناب کا قیمتی وقت ایسے خطوں میں خرچ
کرانا بہت ہی احمقانہ بات سمجھتا ہوں۔ مگر ایک سخت ضرورت پیش آئی جس کی
بنا پر خط لکھنا ضروری ہوگیا۔ اگر آپ معمول کے خلاف رمضان میں اسکا جواب
دیدینگے تو دو صاحبوں میں آپس میں اتفاق ہوجائیگا۔ اور ان کی اصلاح
ہوجائے گی۔

اور وہ کام یہ ہے کہ آپ نے فضائل رمضان میں شب قدر کی فضیلت
کے بیان میں صفحہ انتالیس ۳۹ پر امام شافعی کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ وہ
رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم فرمایا کرتے تھے
اس پر ایک شخص نے کافی اعتراض کیا کہ چھپنے میں غلطی ہوگئی۔ ورنہ
چوبیس گھنٹہ میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرنا صحت دماغی کے خلاف ہے۔
یعنی چوبیس ۲۴ منٹ میں ایک قرآن ختم کرنا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ غلط ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا
ٹھیک ہے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ جناب کو لکھا جائے تاکہ تفصیل سے یہ واقعہ سمجھ
میں آجائے۔" فقط والسلام۔

جواب عنایت فرمایم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ (دو بار
والوں کو) سمجھنے میں غلطی ہوئی (بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ) روزانہ دو
قرآن ہوتے تھے۔ اسمیں کوئی اشکال نہیں۔ بندہ نے جب یہ رسالہ لکھا تھا اس
وقت میں نے اپنے دوستوں سے (رمضان میں ان کے قرآن پاک پڑھنے کے
معمولات لکھنے کی فرمائش کی تھی تو متعدد کے جوابات (پورے رمضان المبارک
میں) ساٹھ سے لیکر پینسٹھ ۶۵ (تک پڑھنے) کے آئے تھے۔ جن میں ایک عزیز مو
انعام الحسن (صاحب) بھی تھے اور میرے والد صاحب تو قرآن پاک حفظ کرنیکے بعد

چھ ماہ تک ایک قرآن پاک روز آنہ پڑھا کرتے تھے۔ ایسی صورت میں دو دو رانہ پڑھ لیتے میں کوئی اشکال نہیں: فقط

محمد زکریا عفی عنہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

مکتوب نمبر (۱۲)

ہادی و ملجائی حضرت استاذنا المحترم زاد مجدہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج اقدس بعافیت ہوں۔

ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ جامع مسجد میں جو منبر ہوتا ہے جس پر چڑھکر امام خطبہ دیتا ہے اسکے تین زینے ہونا کیا کسی حدیث سے ثابت ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایک عورت نے غابہ لکڑی کا منبر بناکر بھیجا تھا اسمیں کتنے زینے تھے۔ فضائل رمضان فصل اول کی حدیث نمبر ۳ جو حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے اس سے بھی تین درجوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

جواب عنایت فرمائم سلمہ، بعد سلام مسنون اسی وقت عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے منبر نبوی کے متعلق دریافت فرمایا یہ تو بہت معروف چیز ہے۔ حدیث کی متعدد روایات میں اسکی تصریح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جب تین درجے ہوئے تو نیچے کے دو درجوں کو سیڑھی سے تعبیر کر دیا۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت فاتخذ لہ منبر امر تاتین کے متعلق بذل المجہود جلد اول صفحہ ایکسو اٹھتر (۱۷۸) میں لکھا ہے قال العینی ثم اعلم ان المنبر لم یزل علی حالہ ثلث درجات حتی زادہ مروان فی خلافۃ معاویۃ ست درجات، فان قلت روی ابوداود حدیث مرقاتین فبینہ وبین ماثبت فی الصحیح انہ ثلث درجات منافات۔ قلت الذی قال مرقاتین لم یعتبر الدرجۃ التی کان یجلس علیہا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۔ھ۔

کوکب دری جلد اول کے حاشیہ صفحہ (۲۰۱) میں ثلث درجات کی متعدد روایات

ذکر کی گئی ہیں اور اسمیں دارمی سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے۔ فصنع له منبرله درجتان ويقعد على الثالثة وفى رواية كان يجلس على المجلس يضع رجليه على الدرجة الثانية۔ ا۔ ھ "

ان سب میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ تیسرے پر تشریف رکھتے تھے۔ دوسرے پر پاؤں مبارک ہوتے تھے۔ اور علامہ عینی کے قول کے موافق خلفائے راشدین کے سب کے زمانہ میں ایسا ہی رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسکے درجے بڑھائے گئے"۔ فقط والسلام

زکریا ۳، جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

اشکالات و جوابات ــــ حکایاتِ صحابہ

مکتوب نمبر (۱۳)

مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کی لکھی ہوئی حکایاتِ صحابہ مطالعہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اور ہمارے تمام متعلقین کو حضرات صحابہ وصحابیات کی طرح ایمان اور فکرِ آخرت دے خاتمہ بخیر کرے۔

اس کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں قحط پڑا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک بازو میں تھا مگر دعا کراتے ہیں آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے مگر مزار مبارک پر ہمارے لئے دعا کرو کہہ کر عرض معروض نہیں کرتے۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ کو سخت ناراض کرنے والا فعل ہے۔ مگر آج ہمارے محتاط کہلانے والے علماء بھی اس مرض مہلک میں مبتلا ہیں۔ حج کو جاکر مزار مبارک پر یہ عرض معروض کے ملیے اور غیر مسنون سلا[م] اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت صرف لغو فعل ہی نہیں بلکہ شرک ہے آپ اگر حضرات صحابہ کی طرح کا ایمان رکھتے ہیں تو فبہا ورنہ میری بات...

شاید برداشت بھی نہ کرسکیں۔ مگر میرے محترم بزرگ! کل قیامت کے دن کی برداشت ناقابل ہوگی۔ خانۂ کعبہ کے پاس رونا چلّانا، عرض معروض سب مبارک اور مزار مبارک کے پاس سوائے مختصر درود اور سلام کے دعا کی درخواست وغیرہ نامبارک: فقط۔

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ مخلصانہ مشورہ پر حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ لیکن حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو اہل حدیث بھی قائل ہیں پھر معلوم نہیں آپ کو اتنا تشدد کیوں پیدا ہوا۔ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج میں توسلف کے افعال بھی اسکی تائید میں ملیں گے: فقط محمد زکریا ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ:

مکتوب نمبر (۱۴)

بخدمت حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض خدمتِ اقدس یہ ہے کہ حکایاتِ صحابہ کے باب ہشتم میں حضرت نے بعنوان، علمی ولولہ اور اس کا انہماک، کے تحت ایک حدیث لکھی ہے جس کے راوی حضرت ابو درداء ہیں۔ اسمیں لکھا ہے کہ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی ہمارے تبلیغی کارکن اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ طالب علم کے قدموں کے نیچے پَر بچھا دیتے ہیں۔ اسکی اصل تشریح کیا ہے، مطلع فرمادیں۔ فقط۔

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ جس حدیث کے متعلق آپ نے دریافت کیا۔ اسکے پورے الفاظ یہ ہیں۔ من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم الحديث۔ رواه احمد والترمذى وابوداود وابن ماجة والدارمى وابوالليث السمرقندى فى تنبيه الغافلين وابن حبان فى صحيحه

والبیھقی فی الشعب وفی سندہ اختلاف کثیرہ۔

شراح حدیث نے پر بچھانے کے مختلف معنی تحریر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ طالب علم کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور پرواز سے رُک جاتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے رخت سفر رکھدیا یعنی سفر کرنے سے رُک گیا۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے عجز و انکساری کرتے ہیں اور پروں کی حرکت بند کردیتے ہیں۔ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اسکی مدد کرتے ہیں اور اس کی مقصد برآری کی سعی کرتے ہیں اور اپنی پرواز چھوڑ دیتے ہیں، چوتھا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے مخالفین کی سرکوبی اور ان کے فتنوں کے دفع کرنے کیلئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اور پانچواں مطلب یہ ہے کہ حقیقۃً پر بچھاتے ہیں تاکہ طالب علم کو اس پر اٹھاکر اسکے مقصد تک پہنچادیں۔ اور اسمیں کوئی استعجاب نہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر چیز ہے اور ہر چیز کا مشاہدہ ضروری بھی نہیں ہے۔
زکریا ساجی فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ کی گلیوں میں گذرتے ہوئے بعض محدثین کے پاس جارہے تھے تو ہم نے جلدی جلدی چلنا شروع کیا اور ہمارے ساتھ ایک فاجر آدمی تھا۔ اس نے بطور مذاق کے کہا کہ تم اپنے قدموں کو فرشتوں کے پروں پر سے اُٹھالو۔ اور اُن کے پروں کو نہ توڑو۔ کہتے ہیں کہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہٹ سکا۔ یہاں تک کہ اس کے پیر خشک ہوگئے اور گر پڑا۔ اسی نوع کا ایک اور واقعہ بھی ذکر کیا ہے"۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر (۱۵)

محترمی مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
حکایاتِ صحابہ جس کی ترتیب جناب نے کی ہے اسکے باب دہم کی حکایت نمبر پندرہ بابت حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا صفحہ ۱۲۶ — ۱۲۷ کو سمجھنے میں ہم جیسے اردو داں طبقہ کو کچھ اشکال پیدا ہوگیا۔ وہ یہ کہ اسمیں عدت کو کوئی اہمیت

نہیں دی گئی۔ حالانکہ اس وقت تک اسلامی قانون وضابطہ مکمل ہوچکا تھا، کیا آپ پھر سے روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا کرینگے"۔ فقط"۔

جواب عنایت فرمائم سلمہ'۔! بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ پہنچا آپ کے اشکال سے دل خوش ہوا۔ یقیناً کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس پر تنبیہ فرما دینی چاہیئے تاکہ بات کی توضیح ہوجائے اور اگر غلطی ہو تو اسکی اصلاح ہوجائے۔

آپ نے یہ بھی اچھا کیا کہ حکایات صحابہ کا باب لکھدیا اسلیئے کہ یہ کتابیں بہت مختلف مطابع میں چھپی ہوئی ہیں اسلیے صفحہ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حکایات صحابہ والے قصہ میں کوئی اشکال سمجھ میں نہیں آیا یہ آپ نے کہاں سے تجویز کرلیا کہ پہلے خاوند کے انتقال کے بعد انھوں نے اسی وقت نکاح بھی کرلیا تھا، نفس نکاح ہونے کو لکھا ہے جو اپنے سارے شرائط وقواعد کے مطابق ہوا ہوگا۔ اب آپ یہ تحریر فرماویں کہ اسمیں مہر کا ذکر بھی نہیں بغیر مہر کے کیسے نکاح ہوگیا۔ اسمیں گواہوں کا ذکر بھی نہیں بغیر گواہوں کے کیسے نکاح ہوگیا۔ بہرحال اسمیں اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی اشکال نہیں آیا۔ اگر اس قصہ میں عدت کی نفی ہوتی یا یہ ہوتا کہ اسی وقت نکاح ہوگیا تھا تو اشکال کی گنجائش تھی"۔ فقط

محمد زکریا ۷ رجب ۱۳۸۵ھ"۔

مکتوب نمبر (۱۶)

حضرت مولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذارش ہے کہ آپ نے اپنی کتاب حکایات صحابہ یعنی سچی کہانیوں کے صفحہ چالیس پر تحریر فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گیرو رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا ہے۔ اس کا ثبوت کونسی حدیث سے ہے۔ مع حوالہ کتاب تحریر فرماکر مشکور فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ گیرو سے کیا مراد ہے۔ کیا

گیرو ہی مراد ہے یا اور کوئی رنگ زعفرانی وغیرہ ۔ کیا یہی گیرو تھا جسمیں ہندو لوگ اپنے کپڑے وغیرہ رنگتے ہیں یا اور کوئی رنگ تھا" فقط ۔

جواب عنایت فرمائم سلمہ ۔ بعد سلام مسنون!
حوالہ خود اسی جگہ ہے ۔ اشہر مشاہیر اسلام میں طبری کی روایت سے (جو تاریخ کی ایک کتاب ہے) نقل کیا ہے کہ گیرو ہی مراد ہے زعفران وغیرہ مراد نہیں ۔ صحابہ کرام کا اس رنگ کو پہننا متعدد روایات میں ہے اسلئے گیرو کے رنگ میں کوئی اشکال نہیں ۔ البتہ اتنا گہرا نہ ہونا چاہیئے کہ عورتوں سے تشبیہ ہو جائے کہ یہ ناجائز ہے ۔ اسی طرح جوگیوں کے ساتھ بھی مشابہت نہ ہو کہ مشرکین کے ساتھ تشبیہ کی ممانعت بہت سی روایات میں وارد ہے فقط ۔ محمد زکریا"

مکتوب نمبر (۱۷)

بشرف خدمت محترمی حضرت مولانا زکریا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ
ایک کتاب حکایات صحابہ آپ نے تصنیف کی ہے اسکے باب دوازدہم میں تھوڑی سی عبارت ہے جس پر چند حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے اور شرع کے خلاف ہے وہ عبارت یہ ہے کہ حضور کے فضلات پاخانہ، پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں اسلئے اسمیں کوئی اشکال نہیں ۔ معترضین یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات پیشاب وغیرہ دیگر مخلوق کی طرح ناپاک ہیں ۔ اس سے پہلے کی حکایت آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی نقل فرمائی اور حوالہ خمیس سے تحریر فرمایا ہے ۔ یہ خمیس کس کی تصنیف ہے ۔
براہ مہربانی فضلات کی طہارت کا ثبوت قرآن، حدیث، یا کسی فقہ کی کتاب سے جس طرح آپ کو معلوم ہو تحریر فرمادیں" فقط ۔

جواب از زکریا عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون! عنایت نامہ پہنچا ۔ جو حضرات حکایات صحابہ کے مضمون پر اعتراض کرتے ہیں وہ غیر مقلد ہونگے

کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ ورنہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے جو حکایات صحابہ میں لکھا ہے۔ خمیس تو محض تاریخ کی کتاب ہے۔ اس سے تو مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ فقہ حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ ردالمحتار معروف بہ شامی[۱] جو فقہ کی مشہور کتاب ہے اسمیں لکھا ہے صحح بعض الائمۃ الشافعیۃ طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر فضلاتہ وبہ قال ابوحنیفۃ کما نقلہ فی المواہب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی وصرح بہ البیری فی شرح الاشباہ وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلۃ علی ذلک وعد الائمۃ ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ا۔ھ۔

شمائل ترمذی کی شرح میں ملا علی قاری نے برکہ کی حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کی لکھ کر تحریر کیا ہے۔ قال ابن حجر وبھذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمین وغیرھم علی طہارۃ فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو المختار وفاقا لجمع من المتاخرین فقد تکاثرت الادلۃ علیہ وعدہ الائمۃ من خصائصہ وقیل سببہ شق جوفہ الشریف وغسل باطنہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ا۔ھ۔

قاضی عیاض نے شفا میں متعدد روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خون (جو پچھنے لگوانے اور جہاد میں مجروح ہوجانے سے نکلا تھا) اور پیشاب ---- کی نقل کی ہیں۔" فقط والسلام۔

محمد زکریا ۱۵ رجمادی الثانی ۱۳۷۵ھ

مکتوب نمبر (۱۸)

سیدی ومولائی حضرت الشیخ المعظم ادام اللہ فیوضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت عالی! ایک زحمت دے رہا ہوں۔ میرا اب تک یہی خیال رہا ہے کہ

---

[۱] ص ۲۳۳، ج اول۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات میں صرف وہی چیزیں پاک ہیں جو عام انسانوں کی ہیں۔ مثلاً تھوک و کھنکار وغیرہ۔ باقی پاخانہ و پیشاب کے بارے میں تحقیق نہیں تھی۔ لیکن آپ کے ملفوظات پر اعتماد کر کے یقین آگیا تھا کہ پاخانہ و پیشاب بھی پاک ہیں۔ اور اب تک اسی یقین پر ہوں بلکہ عام اجتماعات میں اس کا بیان بھی احقر کی زبان سے بار ہا ہوا۔ مگر ہنوز میرے سامنے اس مسئلہ پر دلائل نہیں ہیں۔

جناب نے عنوان قائم فرمایا ہے "حضرت ابن زبیر کا خون پینا" اور پھر رقم طراز ہیں "ف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات پاخانہ، پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ اسلئے اسمیں کوئی اشکال نہیں۔ حکایات صحابہ ص ۱۲۲"

بندہ کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اپنے بیان کی تائید کے لئے فی الفور دلائل مع حوالجات کی اشد ضرورت ہے۔ حضور زحمت فرما کر مستقبل قریب میں بواپسی ڈاک میری اس تمنا کو پوری فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں۔ فقط۔

جواب مکرم محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون! اسی وقت گرامی نامہ صادر ہوا۔ اور جناب نے فی الفور جواب منگوایا۔ اسلئے مختصر "بواپسی" عریضہ ارسال کر رہا ہوں اور عجلت کے خیال سے ہوائی ڈاک سے ارسال ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق غالباً کسی اہل حدیث نے آپ پر اعتراض کر دیا جس سے آپ فکر میں پڑ گئے۔ بندہ کے خیال میں اس مسئلہ میں الجھنے اور بحث مباحثہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ سے اب ہم لوگوں کا عملی تعلق کوئی نہیں ہے۔ جس اہم دینی کام یعنی تبلیغ میں آپ لگے ہوئے ہیں اسمیں ایسے مناظرے سد راہ ہیں۔ اس وقت دین کے اہم ارکان نماز، روزہ۔ حج، زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ کلمہ طیبہ اور ایمان سے کتنے غافل ہیں ان میں اہتمام زیادہ ضروری ہے۔

اہل حدیث حضرات کو اگر اس پر اصرار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے فضلات ناپاک ہی تھے تو اس سے اب کیا اثر پڑتا ہے۔ جہاں تک اس ناکارہ کی تحریر کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ پر بندہ کے نزدیک صحیح ہے اسمیں کوئی تردد نہیں۔ بندہ کے لئے تو دلیل کے درجہ میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ قال ابن عابدین صحح بعض الائمۃ الشافعیۃ طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسائر فضلاتہ وبہ قال ابو حنیفۃ کما نقلہ فی المواہب اللدنیۃ عن شرح البخاری للعینی وصرح بہ البیری فی شرح الاشباہ وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلۃ علی ذلک وعد الائمۃ ذلک من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی۔ اسکے بعد اس ناکارہ کے لئے تو کسی دلیل کی احتیاج باقی نہیں۔

اسکے علاوہ ملا علی قاری رحمہ نے شرح شمائل صفحہ تین پر لکھا ہے قال ابن حجر وبھذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمین وغیرھم علی طہارۃ فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو المختار وفاقا لجمع من المتاخرین فقد تکاثرت الادلۃ علیہ انتھی۔

اسمیں جمع بین المتقدمین اور جمع بین المتاخرین نیز تکاثرت الادلۃ تینوں لفظ قابل غور ہیں۔

اس سب کے علاوہ خود آپ کے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دم اور بول کے متعدد واقعات مختلف صحابہ رجال ونساء سے حدیث کی کتابوں میں کثرت سے نقل کئے گئے ہیں جن کی کچھ تفصیل شفاء قاضی عیاض مالکی اور مواہب لدنیہ اور اسکی شرح زرقانی میں صفحہ دو سو تینتیس (۲۳۳) جلد چار پر موجود ہیں آپ ضرورت سمجھیں تو ملاحظہ فرمالیں۔ ان سب واقعات کے بعد جن کے متعلق فرداً فرداً بعض میں کلام بھی کیا گیا ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ مجموعہ کے اعتبار سے قوی ہیں ان سب میں یا تو آپ یہ کہیں کہ ان سب حضرات نے ناپاک چیز کا استعمال کیا اور مزید بر آں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ان کو منہ پاک کرنے کا حکم فرمایا اور نہ ناپاک چیز کے استعمال پر تنبیہ فرمائی۔ یا پھر فضلات کی طہارت کو اختیار کیجئے، جسمیں کوئی شرعی مانع نہیں۔ اس صورت میں ان سب حضرات کو آپ ناجائز کے استعمال کے الزام سے بچا سکتے ہیں۔ فقط والسلام۔

زکریا ۱۳؍ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

مکتوب نمبر (۱۹)

محترم المقام جناب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، السلام علیکم۔

گذارش ہے کہ آپ کی تصنیف شدہ کتاب حکایاتِ صحابہ میں آپ نے ایک بابِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تقویٰ کے بیان میں تحریر کیا ہے اسمیں دوسرے نمبر پر ایک واقعہ ہے جس کا عنوان ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا" اسمیں جو واقعہ لکھا ہے اس سے بریلوی حضرات انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکا کوئی ثبوت نہیں۔

بندہ نے مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب سے پوچھا مگر ان حضرات نے فرمایا کہ اصل مصنف سے پوچھیئے ہمیں تو پتہ نہیں۔ اس لئے براہ مہربانی تحریر فرمائیں کہ یہ واقعہ کونسی کتاب میں ہے۔" فقط

جواب عنایت فرمائیم سلمہ! بعد سلام مسنون! بدعتی تو ہم سے خفا ہیں ان کا غصہ تو موجب تعجب نہیں ہے۔ لیکن مفتی صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا انکار موجب تعجب ہے۔

یہ روایت مسند احمد جلد دوم میں صفحہ ایکسو ترانوے (۱۹۳) پر موجود ہے اور احیاء العلوم میں اور اتحاف میں عراقی سے نقل کیا ہے۔ رواہ احمد باسناد حسن۔ اگر اس خط کے سمجھنے میں یا پڑھنے میں کوئی دقت ہو تو ان دونوں حضرات میں سے کسی سے سمجھ لیں اور دونوں حضرات کو یہ خط دکھلا دیں۔" فقط

محمد زکریا ۲۷؍ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ

مکتوب نمبر (۲۰)

مکرم محترم مخدوم معظم زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت والا کی فضائل کی کتابوں کا فیض جس قدر عام ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کی مقبولیت کا بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صحت کے کامل اہتمام کے ساتھ اسکی از سر نو کتابت کرا کر شائع کروں۔ اس سلسلہ میں مشورہ مطلوب ہے کہ یہاں چند علماء کو اسکے ایک دو الفاظ پر شبہات ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ مفصل جواب سے نوازینگے۔

(۱) حکایات صحابہ باب نمبر گیارہ قصہ نمبر دو میں عہن کا ترجمہ روئی کیا گیا ہے، مجھے قرآن کے تراجم میں اس کا ترجمہ اون ملا ہے ارشاد فرمائیں کہ کیا ترجمہ صحیح ہے؟

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ سلام مسنون! بہت دن ہوئے گرامی نامہ پہنچا تھا۔ یہ ناکارہ اس مرتبہ سفر حجاز سے واپسی کے بعد سے اس قدر ہجوم میں گھر ا رہا ہے کہ ضروری خطوط کا جواب تو درکنار سننے کی بھی نوبت کم آئی۔ اسکے بعد میوات کا سفر اور پھر سہارنپور کے تبلیغی اجتماع میں مشغولی رہی اسکے بعد ماہ مبارک کی آمد شروع ہو گئی۔ اس ماہ میں خطوط کا جواب لکھنے کی فرصت تو کئی سال سے اس ناکارہ کو نہیں ہوتی۔ اس مرتبہ مہمانوں کے ہجوم کی کثرت کے ساتھ ساتھ امراض کی بھی کثرت رہی۔ اس وجہ سے آپ کے جواب میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اس وقت بھی مہمانوں کے ہجوم میں بیٹھے ہوئے بلکہ لیٹے ہوئے آپ کو خط لکھوا رہا ہوں۔

اس ناکارہ کے فضائل کے رسائل کے سلسلہ میں آپ نے یا دوسرے لوگوں نے جو کچھ تحریر فرمایا یہ بالکل درست ہے۔ مگر اسمیں میرا کوئی دخل نہیں۔ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں اور اکابر کے منقول ترجمے ہیں۔

اسلیئے اصل برکات تو منبع رسائل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ہیں اور اس پر اضافہ ان اکابر کے احکامات کا ہے جن کے ارشاد سے تحریر کیئے گئے۔ اس سیہ کار کی حیثیت تو صرف ناقل کی ہے۔ اللہ جل شانہٗ ان کی برکات اس سیہ کار کو بھی عطا فرمائے۔

آپ کا مبارک ارادہ طباعت اہتمام اور تصحیح کے ساتھ مبارک ہے، حق تعالیٰ مدد فرمائے اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور دارین میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ اشکالات وشبہات کو تحریر فرما دیا۔ آئندہ بھی اس قسم کی کوئی بات ہو تو ضرور تحریر کر دیا کریں، لغزشیں اور کوتاہی آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

اس ناکارہ نے عم کا پارہ اپنے بچپن میں ہدایت النحو کے ساتھ پڑھا تھا اس وقت سے ترجمہ عہن کا روئی کے ساتھ میرے ذہن میں تھا وہی لکھدیا گیا آپ کے گرامی نامہ پر کتب حدیث کی تلاش کرائی۔ یہ ناکارہ تو اپنے امراض کی کثرت بالخصوص آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے تلاش نہیں کر سکتا، شروح حدیث وتفسیر میں اسکا ترجمہ اون ہی کے ساتھ ملا ہے۔ لہٰذا اسکی تصحیح کرادیں میں نے اپنے کتب خانہ کے ناظم ومینجر کو لکھوادیا ہے کہ اسکی تصحیح کرادیں۔

محمد زکریا عفی عنہٗ، ۶ شوال ۹۲ھ چہارشنبہ۔

مکتوب نمبر (۲۱)

مکرمی محترمی حضرت شیخ زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حکایات صحابہ قصہ نمبر ۶، میں حضرت خباب بن الارت کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت خباب کا انتقال سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں ہوا۔ حالانکہ اصابہ صفحہ ایکسو ایک (۱۰۱) جلد دوم میں دو قولوں میں سے پہلا قول جس کو حافظ نے اصح کہا ہے یہ ہے مات سنۃ سبع وثلثین اور اخیر میں ہے وعاش

ثلثا وستین سنتہ جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمر تریسٹھ (۶۳) سال پائی - اور وفات سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں نہیں بلکہ ۳۷ھ میں ہوئی۔ اس کے متعلق فیصلہ تحریر فرمائیں۔

میری ایک تمنا یہ بھی ہے کہ جب یہ کتاب چھپ ہی رہی ہے تو ایک کام اس پر یہ بھی ہو جائے تو بہتر ہے کہ مشکل مقامات کا مختصر سا حل بھی آجائے کیونکہ زیادہ تر یہ کتابیں کم پڑھے لکھے لوگوں میں سُنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض خاص خاص حدیثوں کے حوالے جن بزرگوں کے نام اسمیں آئے ہیں ان کے بہت مختصر سے حالات وغیرہ بھی حاشیہ پر آجائیں۔

اس کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ آنحضرت کے زیر سایہ اور آنجناب کے معتمد لوگوں میں سے کسی کے قلم سے یہ کام انجام پائے۔ یا پھر دہلی میں جس کو آنحضرت مناسب خیال فرمائیں۔ مجھے مطلع فرما دیں۔ بہر حال آنجناب کے مشورہ سے یہ کام بھی ہو جائے تو میرے لئے عین سعادت ہے۔"

زیادہ حد ادب۔ فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہ:۔ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ مورخہ ۲۹ اکتوبر آج ۲۔ نومبر کو پہنچا۔ مجھے تو بڑی ندامت ہے کہ آپ کے سابقہ خط کے جواب میں بڑی تاخیر ہوئی۔ اسی کی تلافی کے لئے انتہائی مشغولی کے بیچ میں آپ کے خط کا فوراً جواب شروع کرا دیا۔ خباب بن الارت والاشکال صحیح ہے وہ کتابت کی غلطی ہے۔ یحیوی کتب خانہ کی مطبوعہ حکایات صحابہ کے صفحہ پندرہ پر یہ عبارت طبع ہو چکی ہے کہ "سابقہ نسخوں میں کتابت کی غلطی سے سینتیس (۳۷) سال کی عمر چھپ گیا ہے وہ غلط ہے صحیح ۳۷ھ ہے ان کی عمر میں علماء کا اختلاف ہے۔ ۱۲ زکریا۔

آپ کی خواہش اور تمنا تو بہت صحیح اور مناسب ہے۔ مگر یہ ناکارہ تو اب بالکل ہی معذور ہو چکا۔ خط و کتابت سے بھی عاجز ہو گیا۔ یہاں کے میرے احباب

مدرسہ کے اسباق وغیرہ میں اتنے مشغول ہیں کہ اس مستقل کام کا اگر وعدہ بھی کرلیں تو ان کے لئے مشکل ہے اور بہت دیر طلب۔ اس سلسلہ میں نظام الدین میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کو میرا یہ خط دکھلا کر کوئی گفتگو کرلیں اور ان دونوں حضرات میں سے کوئی شخص خود یا اپنی نگرانی میں عزیز راشد کاندھلوی یا اور کسی سے کرالیں اور یہ حضرات اسے ملاحظہ فرمالیں تو بہت اچھا ہے"۔ فقط والسلام۔

محمد زکریا

مکتوب نمبر (۲۲)

بخدمت گرامی شیخنا محمد زکریا صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمارے یہاں مسجد میں بعد نماز عصر آپ کی کتاب "تبلیغی نصاب" کا اجتماعی درس ہوتا ہے، حکایات صحابہ، باب دوازدہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے واقعات کے بیان میں "صفحہ ایکسو بہتر (۱۷۲) پر یوں درج ہے۔ ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات پاخانہ، پیشاب، وغیرہ سب پاک ہیں۔

ادباً عرض ہے کہ آیا یہ کتابت کی غلطی سے چھپ گیا یا جو کچھ لکھا گیا وہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو محل نظر ہے۔ اور اس میں حقیقت سے زیادہ غلو معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ دنیا میں اسی لئے تشریف لائے تھے کہ اپنی امت کو زندگی گذارنے کے سارے طریقے بتلادیں۔ بحمد اللہ آپ نے کمال وتمام بدرجہ اتم زندگی کے ہر شعبے میں اتمام حجت کردی۔ چنانچہ طہارت کے بیان میں آپ نے پیشاب بھی فرمایا اور طہارت بھی حاصل کی اور امت کو طہارت کے پورے مسائل سمجھادیئے نیز رفع حاجت کے طور طریقے بھی بتلادیئے۔

قرآن وحدیث میں صاف مذکور ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور آپ کو بھی بشری حاجتیں ہوتی تھیں پھر یہ لکھنا کہ آپ کا پیشاب، پاخانہ

پاک ہے یہ دین میں زیادتی ہے۔

ہم بیس۲۰ پچیس۲۵ نوجوان پابندی سے تبلیغی نصاب کا مطالعہ کر رہے ہیں جب یہ بات آئی تو ہم سب ششش و پنج میں پڑ گئے کہ اتنی اچھی خوبیوں والی کتاب میں یہ کیسے درج ہو گیا۔ اگر بالفرض اس کو صحیح بھی مان لیں تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ نے اس سے متعلقہ مسائل کیسے سمجھائے ہوں گے۔" فقط

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ یہ ناکارہ بہت سے امراض کا شکار ہے اور ماہ مبارک میں آنے والے مہمانوں کا اب تک ہجوم ہے اسلئے جواب میں تاخیر ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کا پاک ہونا اس ناکارہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ علما کے یہاں یہ مشہور مسئلہ ہے اسی واسطے اس کے حوالہ کی ضرورت بھی نہ سمجھی۔ معلوم نہیں آپ کے یہاں یا تبلیغی نصاب سننے والوں میں کوئی عالم ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے یہاں یا آپ کے قرب وجوار میں کوئی عالم ہو تو ان سے دریافت فرمالیں۔

شامی صفحہ دوسو بتیس (۲۳۲) جلد اول جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی صفحہ دو جلد نمبر دو میں اسکی تصریح ہے نیز بخاری شریف کی شرح عینی صفحہ سات سو ستتر (۷۷۷) پر بھی اس کی تصریح ہے۔ اسکے علاوہ بہت سے علماء نے اس کو صاف صاف لکھا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی شرح میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ کثرت سے دلائل اس پر ثابت ہیں۔

آپ کا یہ اشکال کہ اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے مسائل کیسے سمجھائے ہونگے؟ صحیح نہیں اسلئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں تعلیم امت کے واسطے وہی معاملہ فرمایا کرتے تھے جو عام امت کا ہے۔ اسلئے تعلیم میں اس سے کوئی اشکال پیش نہیں آتا۔"

محمد زکریا

۲۷ شوال ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر (۲۳)

محترم المقام ذوالمجد والکرم حضرت شیخ زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عرض یہ ہے کہ حکایاتِ صحابہ میں جہاں جہاں لفظ کافر یا کفار آیا ہے وہاں پر
ہم بنگلہ زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کافر کو غیر مسلم سے تعبیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔
کیونکہ جب وہ کتاب کسی جان پہچان والے تعلیم یافتہ ہندو کے سامنے پڑھی جائیگی
تو ان کو صدمہ ہوگا۔ اور ہمیں بھی شرم آئے گی۔ فقط"

جواب عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ لفظ کافر
کا ترجمہ غیر مسلم کے ساتھ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کر سکتے ہیں۔

محمد زکریا ۱۸ رجمادی الثانی ۸۷ھ

مکتوب نمبر (۲۴)

مکرمی محترمی عالی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
آپ کی کتاب حکایاتِ صحابہ میں یہ مضمون ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کے یہاں صدقہ آتا تھا اور آپ اُسے اصحاب صفہ میں تقسیم فرما دیتے تھے یا
پھر جسے آپ مناسب سمجھتے تقسیم فرما دیتے۔
اس بارے میں ہمارے ایک دوست کا ذہن صاف نہیں ہو سکا، حالانکہ
میں نے ان کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بتلانے کی کوشش بھی کی وہ یہ جاننا
چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں صدقہ وغیرہ کیوں آتا
برائے کرم آپ اسکے جواب سے مستفیض فرمائیں۔ فقط

جواب اشکال سمجھ میں نہیں آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین
بھی تھے، قاضی بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
بہت سے لوگ ہدایا بھی پیش کرتے تھے اور صدقہ بھی۔ صدقات کا مال اسی
آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تاکہ آپ اسکو اسکے مصرف میں خرچ کریں۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی دریافت فرماتے تھے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ

تاکہ اسی کے مناسب خرچ کیا جائے۔

محمد زکریا ۲۵-۱۲-۸۵ھ

مکتوب نمبر (۲۵)

حکایات صحابہ میں آپ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم دودھ چھڑانے کے وقت پاؤ پارے قرآن شریف کے حافظ تھے، ماشاء اللہ مولوی زکریا زندہ باد، آپ نے اپنے والد صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھا دیا۔ کیونکہ انھوں نے تو (حضرت) مریم علیہا السلام کی گود میں چند باتیں فرمائی تھیں لیکن آپ کے والد صاحب نے پاؤ پارہ یاد کرلیا تھا۔

کیا ضرورت تھی ان باتوں کے لکھنے کی۔ فقط

جواب ..... میرے والد صاحب کے واقعہ کو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر بڑھا دینے کا الزام میری عقل سے باہر ہے ہمارے اطراف میں تو عام طور سے بہت سے بچے بولنا شروع کر دیتے ہیں اور باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں چند سورتیں اس کو والدین نے یاد کرادی ہوں تو اسمیں کیا محال لازم آگیا۔ کیا آپ نے کسی ایسے بچے کو کبھی نہیں دیکھا جو دودھ چھڑانے کے وقت باتیں کرنے لگا ہو؟ فقط

محمد زکریا عفی عنہ۔

مکتوب نمبر (۲۶)

قبلہ عالی مقام حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حکایات صحابہ صفحہ بیاسی سطر بیس پر حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف کا مکالمہ ہے۔ اسی میں مذکور ہے کہ۔ غیب کا جاننے والا میرے علاوہ اور شخص ہے۔

برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ شخص کا اطلاق باری تعالیٰ پر کیسا ہے؟

مولانا یونس صاحب نے آپ ہی سے استفسار کرنے کیلئے تحریر کیا ہے۔ فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ ایسے وقت پہنچا کہ یہ ناکارہ خطوط کتابت سے بالکل معذور ہے۔ آنکھ کے آپریشن کے بعد سے ضعف بھی بہت زیادہ ہے۔ خطوط کا لکھوانا اور سننا بھی دشوار ہے تعجب ہے کہ مولانا یونس صاحب نے مجھ پر کیوں حوالہ کیا اسکا جواب تو وہ خود زیادہ تفصیل سے لکھتے۔

مجھے جناب کا مبلغ علم بھی معلوم نہیں۔ آپ نے حدیث پڑھی ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے۔ لا شخص اغیر ———— من اللہ تعالیٰ۔

لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ثالث صفحہ چار سو چالیس ۴۴۰ میں اسپر طویل بحث کی گئی ہے کہ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے یا نہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد لا شخص اغیر من اللہ تعالیٰ میں شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا گیا ہے۔ اسمیں شراح بخاری کے مختلف اقوال حاشیہ پر نقل کئے ہیں۔ اگر آپ نے بخاری شریف پڑھی ہے تب تو آپ خود ہی ملاحظہ فرمالیں ورنہ کسی شیخ الحدیث سے یہ بحث سُن لیں۔ تو تفصیل معلوم ہو جائیگی؟ محمد زکریا ۴ جون ۱۹۷۵ء مدینہ منورہ۔

اشکالات وجوابات ———— فضائل نماز

مکتوب نمبر (۲۷)

سیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی۔ سلام مسنون!

کچھ لوگوں نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ جس کو آنحضرت کی طرف رجوع کرنا اچھا معلوم ہوا۔ سوال یہ تھا کہ بنی الاسلام علی خمس میں خیمہ کی مثال دیتے ہو۔

فضائل نماز میں فائدہ کے تحت میں جو لکھا ہے وہ حدیث ہے یا جناب نے
شرح حدیث میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اپنی کم علمی کا اظہار کیا تو ان لوگوں
نے بھی مجبور کیا کہ آنحضرت کے پاس لکھو۔ حضرت کی دعاؤں اور سمجھانے کے طفیل
سب تبلیغی کاموں میں بندہ لگ گیا، جس کی وجہ سے بڑی اصلاح ہو رہی ہے۔ اور
بھی دعا کی ضرورت ہے" فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون!
عنایت نامہ ملا۔ حدیث شریف کی جو توضیح حتیمہ کی مثال دیکر کی گئی
ہے وہ شراح حدیث کی توضیح ہے۔ میری اپنی بیان کردہ نہیں ہے۔ بخاری
شریف کی مشہور شرح عینی جلد اول صفحہ ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دیکھ لی جاوے"
فقط والسلام۔ محمد زکریا ۲؍ ربیع الثانی ۸۲ھ

مکتوب نمبر (۲۸)

مخدوم و مکرم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذارش یہ ہے کہ بزرگوں سے سنا تھا کہ جو خدائے تعالیٰ کو محبوب ہے، وہی
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محبوب ہے۔ پورا یقین ہے کہ ایسا ہی ہے
لیکن فضائل نماز میں ایک قصہ لکھا ہے جسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ عورتیں، خوشبو، نماز اور صحابہ کرام
کی گفتگو کے بعد اللہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ مجھے بندہ کی تین چیزیں محبوب ہیں
طاقت کا خرچ کرنا جانی یا مالی، گناہ پر رونا، فاقہ پر صبر کرنا۔
واللہ مجھے حدیث پر بالکل اعتراض نہیں مگر سمجھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ
کیا بات ہے کہ اللہ کی محبوب تین چیزیں کچھ ہیں اور بندہ کی کچھ اور ہیں۔
اسکو آپ حدیث شریف پر اعتراض خیال نہ فرمائیں۔ میری طاقت کہاں کہ
حدیث پر اعتراض کر سکوں، صرف میری سمجھ کا قصور ہے" استغفراللہ، استغفراللہ

جواب عنایت فرمائیم سلمہٗ، بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ محبت کی انواع ہوا کرتی ہیں، جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہو وہ اللہ کو بھی محبوب ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ عورتوں سے منزہ ہے۔ اسی طرح نماز جو عبدیت سے تعلق رکھتی ہے اس کو بندہ تو کر سکتا ہے مگر اللہ جل شانہ کس کی بندگی کرے؟ اسلئے اللہ جل شانہ نے (تین چیزیں) اپنی شان کے موافق ارشاد فرمائی ہیں جو بندوں کے لئے اسکی شان کے متناسب مفید ہیں!

محمد زکریا ۲۲ رجب ۸۶ھ

مکتوب نمبر (۲۹)

حضرت المحترم سیدی وسندی ومولائی زید مجدکم السامی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت والا نے ایک حدیث کا ترجمہ فضائل نماز میں منبہات حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ حدیث ہے حبب الی ثلاث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ یہ حدیث حسب تصریح علامہ زین الدین عراقی احیاء العلوم نسائی اور حاکم کی ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ علامہ موصوف نے ثلاث کی زیادتی پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لفظ متن حدیث میں وارد نہیں ہے۔ حضرت مولانا تھانوی نے امداد الفتاوی میں بھی زرکشی وغیرہ محدثین سے اس لفظ کی زیادتی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لفظ احیاء العلوم اور کشاف سورۂ آل عمران میں تو ملتا ہے۔ مگر حدیث کی کتابوں میں نہیں۔ البتہ ملا علی قاری نے الموضوعات الکبیر میں اس لفظ کی حمایت کی ہے اور اس حدیث پر مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کلام فرمایا ہے۔

بہر حال یہ سب باتیں میں نے پڑھ لی ہیں۔ لیکن اس حدیث میں آگے جو طویل متن ملتا ہے۔ اسمیں ذکر ہے کہ اس حدیث کو سن کر حضرات خلفائے راشدین

رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی منتخب اور پسندیدہ تین تین خصلتیں ذکر فرمائی ہیں۔
اب مجھے اسکے متعلق تحقیق مقصود ہے کہ اس متن کا مخرج کونسی حدیث کی کتاب ہے اور یہ روایت کس سے مروی ہے۔

اصح المطابع کراچی سے حال میں منبہات کا ایک صاحب نے اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام "تازیانے" ہے۔ اس ترجمہ کے شروع میں عرض ناشر کے عنوان سے مہتمم اصح المطابع نے منبہات کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ابن حجر کی تالیف نہیں ہے اور منبہات کے جن ہندوستانی مطبوعہ نسخوں کے شروع میں حافظ ابن حجر کی تصنیف ہونا اسکو بتلایا گیا ہے وہ عبارت اور انتساب کسی شخص کا غلط اضافہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب چند واعظانہ نصائح اور ضعیف احادیث سے لبریز ہے۔ علامہ ابن حجر جیسے محقق محدث کا ایسی کتاب کا لکھنا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے علامہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں جہاں حضرت شیخ ابن حجر کی تصنیفات کا مفصل تذکرہ کیا ہے وہاں اس کتاب کا کوئی نام نہیں ملتا۔ اور تذکرہ نویسوں اور علامہ ابن حجر کے سوانح نگاروں نے بھی علامہ کی تصنیفات میں اس کتاب کا نام تک نہیں لیا۔

نیز قسطنطنیہ کی چھپی ہوئی المنبہات کے شروع میں اس کتاب کے مصنف کا نام "زین القضاۃ احمد بن محمد الحجری" ملتا ہے۔ غرض اس پر ناشر نے اور بھی دلائل و براہین قائم کئے ہیں۔

جناب والا سے التماس ہے کہ اس بارے میں مجھ کمترین کی راہنمائی فرمائی جائے۔
فقط والسلام۔

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ تمہارے علمی مشاغل سے بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے علم و عمل میں ترقیات عطا فرمائے۔ یہ ناکارہ اپنے امراض کی وجہ سے کئی سال سے تقریبا معذور ہو گیا۔ دو سال سے ضعف نگاہ کی وجہ سے خط و کتابت بھی دوسرے

ہی کرتے ہیں۔

لوگ نزولِ آب بتاتے ہیں۔ اسکے علاوہ دورانِ سر کا عارضہ بھی روز افزوں ہے۔ جس کی وجہ سے سب کتب کی مراجعت بھی دشوار ہے۔

فضائل نماز میں یہ مضمون جیساکہ اسمیں حوالہ دیا گیا ہے منبہات ابن حجر سے لکھا گیا ہے۔ ویسے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بھی اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ اصل روایت محب طبری کی ریاض نضرۃ سے چلی ہے۔ اسی سے علامہ قسطلانی نے لیا ہے۔ اسی سے غالباً منبہات میں بھی لیا گیا ہوگا۔

منبہات کے متعلق ہندوستان کے قدیم نسخوں میں جس پر سابق علماء کی تصحیح اور حاشیہ بھی ہے ابن حجر عسقلانی ہی لکھا ہے اسکی وجہ سے کچھ اشتباہ نہ ہوا۔

بعد میں یہ دیکھا کہ اس پر کچھ لوگوں نے اشکال کیا ہے۔ لیکن دلیل میں کشف الظنون کا سن وفات نہ لکھنا کوئی دلیل نہیں ہے۔ کاتب کی غلطی سے بھی چھوٹ سکتا ہے۔ اور متعدد جگہ کشف الظنون میں ایسا ہوا ہے۔ علامہ جزری کی کتاب النشر فی القرآت العشر کے متعلق بھی اسی طرح سن کا لفظ لکھ کر چھوڑ دیا ہے اور کئی جگہ ایسا ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تو کوئی دلیل ایسی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مولفات میں تہذیب التہذیب اور لسان المیزان کے ختم پر اسکو شمار کیا ہے۔ البتہ یہ اشکال ضرور ہے کہ اسکی روایات حافظ کی شان کے مناسب نہیں۔ اگرچہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تصوف میں جاکر سب ہی حضرات ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ رسالہ تصوف ہی کا ہے۔"

فقط والسلام۔ محمد زکریا ۵ ار شوال ۸۳ھ

مکتوب نمبر (۳۰)

محترم المقام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

عرض ہے کہ میں تبلیغ کے کام میں تقریباً دو سال سے لگا ہوا ہوں جسکے نتیجہ میں مجھے اتنا فائدہ ہوا کہ شاید کسی اور کو ہوا ہو۔ تبلیغ کے کام سے تعارف

ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کی فضائل کی کتابوں سے مناسبت پیدا ہوئی۔ اس اثناء میں ہزاروں انسانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ سب ہی نے خواہ جاہل ہو یا عالم اس بات کا اعتراف کیا کہ جس طرح تبلیغ کا کام اس زمانہ میں ایک کرامت ہے اسی طرح وقت کے لحاظ سے یہ فضائل کی کتابیں بھی اس سے کم نہیں۔ لیکن ایک حدیث کے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں الفاظ بہت سخت ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جو اس کتاب کے مناسب نہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ۔ جو شخص نماز کو قضا کردے گو وہ بعد میں بھی پڑھ لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا۔

بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو تبلیغی نصاب میں شامل نہ کیا جائے اور اگر آپ اسے مناسب سمجھیں تو کوئی حرج نہیں۔ فقط!

جواب عنایت فرمائیم سلمہ! بعد سلام مسنون۔ کئی دن ہوئے گرامی نامہ موجب منت ہوا تھا جسمیں فضائل نماز کی حقب والی حدیث پر جناب نے اپنی طرف سے اور دوسرے احباب کی طرف سے یہ فرمائش لکھی تھی کہ اس کو نکال دیا جائے اسلئے کہ یہ ضعیف حدیث ہے اس کتاب میں نہیں ہونی چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

یہ ناکارہ مختلف امراض کا شکار ہے۔ اسکے باوجود اسی وقت عریضہ کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ کیا لکھوں؟ اس ناکارہ نے اگر اپنی طرف سے کچھ لکھا ہوتا تو یقیناً اس کی اصلاح بھی کی جاسکتی ہے اور اسکو حذف بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب ایک معتبر کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کیا گیا ہے تو اگر ضعیف بھی ہو تب بھی لوگوں کو بچانے کی نیت سے اسکے تذکرے میں کوئی مانع اب تک سمجھ میں نہیں آیا۔

اگر کوئی شخص کسی کوٹھڑی میں کوئی سانپ دیکھے اور پھر وہ لوگوں کو بتائے

کہ میں نے اسمیں سانپ دیکھا ہے تو اس صورت میں بتانے والے کو یہ الزام دینا کہ تو نے لوگوں سے کیوں کہا؟ تجھے کسی سے کہنا نہیں چاہیئے تھا۔ یہ بندے کے خیال میں تو مناسب نہیں۔ بندہ کا خیال تو یہ ہے کہ اس کو ضرور کہنا چاہیئے تاکہ لوگ احتیاط کریں۔

حضرت مجدد صاحب الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اپنے مکتوبات میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اسکے علاوہ نماز کے چھوڑنے کی وعید میں بھی ایک حدیث نہیں بلکہ ساری ہی وعیدیں سخت ہیں اور جب کہ ایک نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں تین کروڑ سے زیادہ کا ثواب ہے۔ جیسا کہ اسی رسالہ میں آگے جماعت کی نماز کے فضائل کی حدیث نمبر ۵ میں لکھا ہے تو پھر نماز کے قضا کرنے میں اس سے کم گناہ بے محل نہیں۔ اسکے ساتھ ہی اس حدیث کے ختم پر توبہ کرنے سے مولائے کریم کے معاف کر دینے کا بھی تو ذکر ہے۔ ایسی حالت میں بہت ضروری تھا کہ وعید کی روایت کو ذکر کیا جاتا تاکہ جن لوگوں سے یہ گناہ صادر ہوا ہے اور ان کی نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ مالک کے سامنے گڑ گڑا کر توبہ کرلیں تو ان کیلئے آخرت کی مصیبت سے نجات کا ذریعہ بنے۔

میں نے دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا۔ ابھی تک اس ناکارہ کی سمجھ میں اس حدیث پاک کے نکالنے کی وجہ نہیں آئی۔ البتہ آپ کی تحریر سے یہ خیال ضرور ہوا کہ توبہ کرنے کی ترغیب انشاء اللہ بڑھا دیجائیگی۔ یہ اپنا خیال ہے۔ اسکے بعد بھی آپ اگر اس سلسلہ میں کوئی مشورہ دینا چاہیں تو ضرور دیں۔ یہ ناکارہ غور کرلے گا۔"

محمد زکریا ۲۱ رجب ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر (۳۱)

مکرمی معظمی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام ظلہٗ۔ بعد سلام مسنون!

آنجناب نے فضائل نماز کے اخیر میں جو لکھا ہے کہ نماز میں بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بارہ چیزوں میں منضم فرما دیا۔ اور ان بارہ کی رعایت

ضروری ہے۔ ان بارہ میں سے ایک علم ہے جس کے تین جز ہیں اسمیں تیسرا جز یہ ہے کہ شیطان نماز میں کس کس طرح رخنہ ڈالتا ہے۔

اب میری گذارش ہے کہ اس کی مکاریوں کی کچھ تفصیل لکھیں تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کریں اور اللہ سے پناہ مانگیں۔" فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہ! بعد سلام مسنون! شیطان کے مکروفریب کیا ایسی چیزیں ہیں جن کو بندہ جوابی کارڈ پر لکھدے۔ اس کیلئے تو مستقل کتاب بھی کافی نہیں۔ بس مختصراً اتنا ہے کہ نماز میں اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کا خیال نہ آئے اور جن آداب و مستحبات کا نماز میں رعایت ضروری ہے ان کا اہتمام کیا جائے۔" فقط

محمد زکریا کاندھلوی، ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر (۳۲)

بخدمت حضرت شیخ زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گذارش ہے کہ جناب والا کی ایک کتاب فضائل نماز کی وجہ سے میرا ایک شخص سے جھگڑا ہوگیا۔ وہ کہتا ہے کہ فضائل نماز میں جو حدیثیں ہیں وہ سب موضوع ہیں اور ان کی سند ضعیف ہے۔ اس شخص نے آپ کو بہت بُرا بھلا کہا ہے۔ لہٰذا تحریر فرمائیں کہ آپ کی کتاب میں کوئی حدیث موضوع ہے یا نہیں؟ زیادہ حد ادب۔" فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ! بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بندہ کے علم میں فضائل نماز میں موضوع روایات تو نہیں ہیں۔ البتہ بعض روایات پر ضعف کا حکم لگایا گیا ہے۔ مگر اول تو فضائل اعمال میں محدثین نے ایسی روایات کو جائز قرار دیا ہے۔ دوسرے جن پر کلام کیا گیا ہے رسالہ میں تفصیل سے لکھدیا گیا۔

آپ نے لکھا کہ کسی صاحب کے بندہ پر اعتراض کرنے سے آپ کو غصہ آگیا

یہ ہرگز مناسب نہیں۔ اگر کوئی اس ناکارہ کو گالی دیتا ہے تو آپ اس ناکارہ کی
حمایت میں ہرگز ہرگز نزاع نہ کریں۔ یہ بالکل مناسب نہیں۔ آپ ان صاحب سے
فرمادیں کہ وہ جن روایات کو موضوع بتاتے ہیں ان کو نقل کردیں۔ بندہ انپر
غور کرلے گا۔

ایسی معمولی بات میں مسلمانوں کا آپس کا نزاع بہت مضر ہے یکسوئی سے
اپنا کام کرتے رہیں۔ شیطان آپس کے نزاع سے دین کے کام میں رکاوٹ
پیدا کیا کرتا ہے۔" فقط والسلام: زکریا ۶ رجب ۱۳۷۷ھ "

مکتوب نمبر (۳۳)

محترمی و مکرمی حضرت شیخ زادمجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
دریافت طلب امر یہ ہے کہ فضائل نماز صفحہ چونتیس (۳۴) پر حدیث نمبر ۸
میں حقب کی مقدار کے معاملہ میں دو جگہ پر قیامت کا دن ایک ہزار برس کے
برابر بتایا گیا ہے۔ اور اسی حدیث میں تیسرے مقام پر صفحہ پینتیس (۳۵) پر
ایک ہزار دن کی مقدار بتلائی گئی ہے۔

احقر کو اس باب میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اختلاف روایات
ہے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ آپ لوگ کماحقہ اس فن کے اہل ہیں۔ اسلئے ہم
جیسوں کی کیا جسارت کہ اس بارے میں لب کشائی کریں۔ آپ لوگوں کے در
سے ہی دین ملا ہے جس قدر بھی آپ کے احسانمند ہوں کم ہے: فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہ! بعد سلام مسنون! عنایت نامہ پہنچا۔ یہ دراصل
روایات کا اختلاف ہے۔ مختلف احادیث میں مختلف مضامین آئے
ہیں: محمد زکریا عفی عنہ۔ ۳ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ "

مکتوب نمبر (۳۴)

بخدمت شریف حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زادمجدہٗ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میری درخواست یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹا سا

رسالہ فضائل درود شریف میں تصنیف فرما دیں اور ہم ضعفاء کو اعزاز بخشیں۔ فضائل ذکر، نماز، رمضان، حج، صدقات یہ سب کتابیں آپ کے صدقۂ جاریہ ہیں۔ اسلئے درخواست ہے کہ فضائل درود شریف بھی لکھدیں کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ اور دین بڑھتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ فضائل نماز کے صفحہ اٹھائیس (۲۸) حدیث نمبر سات پر ایک جگہ ترجمہ غالباً غلط ہو گیا۔ آپ اسکی تصحیح کر دیں ورنہ نقل در نقل غلطی ہوتی چلی جاوے گی۔ وہ غلطی یہ ہے کہ ویدخل الجنۃ بغیر حساب کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔ پانچواں انعام یہ ہے کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔ اس جملہ کا صحیح ترجمہ ہو جانا چاہیے۔ فقط والسلام

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا، فضائل درود شریف زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ طباعت کے بعد خدمت میں بھیجدی جائے گی۔

ان رسائل میں لفظی ترجمہ کی رعایت نہیں کی گئی۔ اسلئے کتاب میں جو ترجمہ کیا ہے اس سے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ تاہم آپ کی تحریر کے موافق کہدیا گیا کہ آئندہ طباعت میں اس کی رعایت رکھیں۔

محمد زکریا عفی عنہ ۱۳ - ۴ - ۵ھ

مکتوب نمبر (۳۵)

محترم جناب مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
میں دینی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہا۔ انگریزی پڑھنے میں ساری عمر نکالدی۔ اب مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے دین کا احساس ہوا۔

آپ کے خاندان اور آپ کی فضائل کی تصانیف اور دیگر تصانیف نے اُمت محمدیہ پر زبردست احسان فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ خیراً۔

حضرت والا کی توجہ اس طرف مبذول کرانی ہے کہ آپ نے اپنے رسالہ فضائل نماز صفحہ نواسی (۸۹) پر حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے مکاتیب کے جو حوالے نقل کیے .... ہیں اسمیں نماز کے اہتمام کے مضامین کی بحث میں یہ لکھا ہے کہ۔

نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا۔ اور اسی رسالہ کے صفحہ ستانوے (۹۷) پر یہ بتایا ہے کہ قیام میں کھڑے ہونے میں نگاہ سجدہ کی جگہ رہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں"

بظاہر خطوط والی عبارت مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ دونوں میں جو بھی صحیح ہو اس سے ہمیں مطلع فرمائیں" فقط

جواب ...... طبع کرانے والے بہت گڑبڑ کردیتے ہیں۔ بار بار ان کو تنبیہ کی جاتی ہے۔ فضائل نماز کی غلطی کے متعلق پہلے بھی ایک صاحب نے لکھا تھا جس پر طابع کو تنبیہ کردی گئی۔ یہ عبارت یحیوی کتب خانہ کے نسخہ میں صحیح ہے وہ کسی سے لیکر اپنی کتاب میں درست کرلیں"

محمد زکریا ۱۷ شوال ۱۳۷۹ھ

مکتوب نمبر (۳۶)

سراپا اخلاص وکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بہت سی باتیں دل پوچھنا چاہتا ہے لیکن بوجہ سستی نہ لکھ سکا۔ اس وقت یہ چیز قابل تحریر ہے کہ فضائل نماز صفحہ نواسی (۸۹) میں حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے مکاتیب سے اخذ کردہ عبارت میں یہ تحریر ہے کہ۔

نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع پیدا کرتا ہے

اس عبارت میں قیام کی حالت میں پیر پر نظر رکھنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اسکو واضح فرمادیں" فقط۔

جواب ...... لفافہ بلا تاریخ کل پہنچا۔ اسکے جواب نے بہت وقت ضائع کیا اسلئے کہ میرے پاس جو نسخہ ہے اسمیں صفحہ نواسی (۸۹) ہے ہی نہیں ایک اسّی صفحہ کی ہے دوسری ترانوے صفحہ کی ہے۔ اسلئے خشوع کا باب پورا پڑھا اور جب مجدد صاحب کے قصہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کے نسخہ میں عبارت رہ گئی میرے سامنے جو نسخہ یحیوی کا مطبوعہ ہے اسکی عبارت یہ ہے۔

نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ جمائے رکھنا رکوع کی حالت میں پاؤں پر الخ۔

جس عبارت پر خط کھینچا ہے یہ عبارت آپ کے نسخہ میں رہ گئی۔ میں عام اشاعت کے خیال سے سب کو اجازت دیدیتا ہوں مگر لوگ غلط طبع کرتے ہیں اسی لئے ناظم مکتبہ مجھ سے ناراض ہیں۔

محمد زکریا ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ جمعہ۔

اشکالات وجوابات — فضائل ذکر

مکتوب نمبر (۳۷)

محترمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجدیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دعا، واستغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف منھ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔

لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ۔ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔" فضائل ذکر عکسی صفحہ ۹۵ — ۹۶۔

اسکے بالکل خلاف قرآن میں یہ مضمون ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ (سورہ بقرہ آیت ۳۷)۔

نیز سورہ اعراف آیت تیئیس (۲۳) میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے کلمات یہ بتائے گئے ہیں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ اب سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ کونسے ہیں۔ آیا وہ جو حدیث بالا میں مذکور ہیں یا وہ جو سورہ اعراف میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کیسی ہے؟۔ صحیح یا موضوع؟ اگر صحیح ہے تو اسمیں اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق کی کیا صورت ہے۔ اور اگر موضوع ہے تو کیا اس قسم کی حدیثوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا جائز ہے؟ فقط۔

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ پہنچا فضائل ذکر کی حدیث میں اور قرآن پاک کی آیت میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ خود ہی خیال فرمائیں کہ جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت روتے تھے، دعا وغیرہ کرتے تھے تو اسکا مطلب تو خود ہی یہ ہے کہ ہر کثرت سے دعائیں کرتے تھے اور اسمیں صرف ایک دعا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا تو نہیں تھی۔ نہ معلوم کتنی دعائیں اور استغفار کیے ہوئے ہونگے جن کی طرف خود حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ دعائیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح سے دوسری آیت شریفہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پرور

سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ اس آیت شریفہ میں ان کلمات کا تو ذکر نہیں جو سیکھے تھے۔ جو مصیبت زدہ کسی آفت میں مبتلا ہو آپ خود ہی خیال فرمادیں کہ وہ کتنا گڑگڑا کر بار بار مختلف الفاظ سے دعائیں کرتا ہوگا۔ اسلئے جتنی بھی قرآن پاک میں یا حدیث میں دعائیں آئیں ان میں یہ نہیں کہ اسکے علاوہ کوئی اور دعا نہیں کی۔ آپ نے دوسرا سوال یہ کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ حدیث پاک کے متعلق تو ہر حدیث کے ختم پر اسکی تفصیل لکھدی جاتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے ختم پر بھی جن جن اکابر نے اس حدیث کو روایت کیا ان سب کے نام بھی لکھے گئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حدیث کے علاوہ اور بھی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور اسکی تائید میں بعض علماء نے لولاک لما خلقت الافلاک کو لکھا ہے مگر اس تائید کے متعلق بعض علمانے موضوع کہا ہے۔ لیکن جس نے موضوع کہا ہے اس نے بھی الفاظ کو کہا ہے البتہ معنیٰ کو صحیح بتلایا ہے۔ یہ عربی عبارت جو حدیث کے ختم پر لکھی ہے کوئی عالم جو آپ کے قریب ہو ان سے سمجھ لیں جس کے متعلق موضوع کہا ہے وہ حدیث نہیں ہے۔ اسلئے کہ ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو بڑے بڑے اکابر، علامہ طبرانی، علامہ حاکم، ابونعیم (یہ سب مشہور محدث ہیں) نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہو۔ فقط:

مکتوب نمبر (۳۸)

بخدمت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خط ملا۔ آپ کے جواب سے میری تشفی نہیں ہوئی۔ فضائل ذکر کی حدیث اور قرآن پاک کی آیت میں کھلا ہوا تعارض موجود ہے۔ حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے یہ الفاظ بتلائے گئے ہیں۔ اسئلك بحق محمد الا غفرت لی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، جبکہ قرآن کی

آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ سے براہِ راست دعا کی۔ جیسا کہ ان کی دعا کے الفاظ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف ۲۳) سے ظاہر ہے، دعا مانگنے کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ بندہ دعا میں اپنی حاجتیں براہِ راست بغیر کسی مخلوق کے واسطے وسیلے کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرے۔ تمام پیغمبروں کا یہی طریقہ رہا ہے اور یہی قرآن پاک میں آئی ہوئی پیغمبروں کی دعاؤں سے ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کے سننے یا قبول کرنے میں نہ کسی واسطے وسیلہ کا محتاج ہے۔ اور نہ اس نے یہ طریقہ مشروع فرمایا ہے۔ بلکہ اس نے براہِ راست دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور قبول کرنیکا وعدہ کیا ہے جیسا کہ آیت وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ الخ (المومن ۶۰) اور آیت وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ الخ (البقرہ ۱۸۶) سے واضح ہے۔ پس قرآن مجید کی دعا سے جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ اور اسکی صفت ربوبیۃ اور صفت "تواب الرحیم" کی معرفت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں حدیث کی دعا سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سوء ظن اور اسکی مذکورہ بالا صفات کی معرفت تامہ کی نفی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث میں آئی ہوئی دعا کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

دوسری غلط بیانی جو اس حدیث میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لاالٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ اس جواب میں سب سے زیادہ قابلِ اعتراض بات حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہوتے ہی

عرش پر لکھے ہوئے کلمہ کا پڑھنا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبے پر استدلال کرنا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک نہ انھیں کسی قسم کا علم تھا اور نہ اسکے بعد۔ یہاں تک کہ تمام آدمیوں، فرشتوں، اور چھوٹی بڑی سب چیزوں کے نام انھیں اللہ تعالیٰ نے بتلائے۔ ارشادِ خداوندی ہے وعلم آدم الاسماء کلھا الآیۃ (البقرہ ۳۱ تا ۳۳) لہٰذا خدا کے اس سوال کے جواب میں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی علمی بے مائیگی اور علم الٰہی کی ہمہ گیری کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کرنا چاہیے تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا رتبہ انھیں اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوا۔ کیونکہ ایسا جواب حدیث میں مذکور نہیں۔ لہٰذا اسے کیونکر قابل قبول تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ خود حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ دعائیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ متن حدیث میں مجھے ایسے الفاظ نظر نہیں آئے، جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہو۔ برائے مہربانی ان الفاظ کی نشاندہی کیجیے۔ جن میں یہ اشارہ موجود ہو۔

آپ کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ اس آیت شریفہ میں ان کلمات کا تو ذکر نہیں جو سیکھے تھے" غرض یہ ہے کہ یہ کلمات چونکہ سورہ اعراف میں جو مکی سورت ہے بیان کیے گئے ہیں اسلیے ان کا اعادہ سورۂ بقرہ میں جو مدنی سورۃ ہے ضروری نہیں تھا۔ یہ قرآن مجید کا ایجاز و اعجاز ہے۔ القرآن یفسر بعضہ بعضا۔ چنانچہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کلمات سے ربنا ظلمنا انفسنا الخ ہی مراد ہے۔ شاہ عبد القادر صاحبؒ کہتے ہیں۔ یعنی آدم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے کئی لفظ ڈال دیے جو اس طرح پکارا تو بخش گیا۔ وہ لفظ سورۂ اعراف میں ہے (موضح القرآن)

سید عبد الدائم صاحب جلالی فرماتے ہیں۔ یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام

جنت سے نکالے گئے تو فوراً ان کو اس غلطی اور قصور کا احساس ہوا۔ بہت پشیمان ہوئے۔ اور مدت تک پریشان حال زمین پر اپنے گناہوں پر روتے اور سرگرداں پھرتے رہے۔ بالآخر خدائے تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش زن ہوا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی ندامت اور بے قراری پر رحم آیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں یہ دعا القا فرمائی۔ ربنا ظلمنا انفسنا الخ (تفسیر بیان السبحان)

تفسیر درس قرآن دیوبند میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمت و شفقت سے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات سکھا دیئے، یہاں توبہ کے ان کلمات ہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے تھے قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر انھیں یوں بیان فرمایا ہے قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

"تفسیر جلالین" والوں نے بھی یہی کلمات مُراد لیے ہیں۔ امام ابن جریر طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے اگرچہ اس سلسلہ میں بعض مختلف دعائیں نقل کی ہیں۔ تاہم اُن میں سے کسی دعا میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ نہیں پایا جاتا۔ پھر ان دونوں مفسرین نے ترجیح انہی کلمات کو دی ہے۔ بلکہ امام ابن جریرؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس پر کلام اللہ دلالت کرتا ہے وہ یہی کلمات ربنا ظلمنا انفسنا الخ ہیں۔

لہٰذا اگر سورۂ بقرہ کی آیت میں کلماتِ دعا مذکور نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چند غیر ثابت شدہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیئے جائیں۔

آپ نے لکھا ہے۔ جو مصیبت زدہ کسی آفت میں مبتلا ہو۔ آپ خود ہی خیال فرمادیں کہ وہ کتنا گڑگڑا کر بار بار مختلف الفاظ سے دعائیں کرتا ہوگا۔ اسلئے جتنی بھی قرآن پاک میں یا حدیث میں کوئی دعا آوے۔ ان میں یہ نہیں کہ اسکے علاوہ کوئی اور دعا نہیں کی۔

جواباً عرض ہے کہ ایک مصیبت زدہ کا گڑگڑا کر دعا مانگنا تو سمجھ میں آتا ہے

تاہم اس کے لئے بار بار یا مختلف الفاظ میں دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ یا چند مخصوص الفاظ میں دعا کرے اور اسکی دعا قبول ہو جائے لہٰذا اس مفروضہ کو قاعدہ کلیہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا، طائف کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا، چنانچہ سفر سے واپسی کے وقت آپؐ نے دعا فرمائی :

اَللّٰھمّ الیك اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس۔

اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی۔ اور لوگوں میں ذلت درسوائی کی :

یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین، وانت ربی الی من تکلنی؟ الی بعید یتجھمنی امرالی عدو ملکتہ امری۔؟

اے ارحم الراحمین! تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے۔ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دیدیا :

ان لم یکن بك علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتك ھی اوسع لی، اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امرالدنیا والاخرۃ من ان تنزل بی غضبك اویحل علی سخطك ‘‘

اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے، تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو :

لك العتبی حتی ترضی، ولا حول ولا قوۃ الا بك (حکایت صحابہ باب اول صفا بحوالہ سیرت ابن ہشام)

تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے۔ جب تک تو راضی نہ ہو جائے، نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت :

یہ دعا آپؐ نے ایک ہی مرتبہ کی تھی اور قبول ہو گئی تھی۔ کہیں ثابت نہیں کہ یہ دعا حضورؐ نے بار بار کی ہو۔ اگر ثابت ہو تو براہِ مہربانی بتائیے۔

اسی طرح حضرت یونس علیہ السّلام نے مچھلی کے پیٹ میں انتہائی تکلیف کی حالت میں ان الفاظ میں دعا کی۔ لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین (الانبیاء، ۸۷) جو قبول ہو گئی۔ ان الفاظ کے سوا دیگر مختلف الفاظ سے دعا کرنا حضرت یونسؑ سے ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہو تو براہِ مہربانی تحریر فرمائیے :

پس جب آپ کا مفروضہ ہی غلط ٹھہرا تو اس سے استدلال کب درست ہو سکتا ہے؟ مزید برآں اس مفروضہ کی بنیاد محض ظن و گمان پر ہے اور ظن و گمان کی بنا پر کسی بات کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔

نیز ان دونوں پیغمبروں نے اپنی دعاؤں میں کسی مخلوق کی ذات کا وسیلہ نہیں اختیار کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ اختیار کیا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کے نور کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ آپؐ کی دعا کے الفاظ اعوذ بنور وجھک سے ظاہر ہے۔

پس ان دعاؤں سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ اپنی دعا میں کسی مخلوق کا وسیلہ اختیار کرنا نہ پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے اور نہ یہ مشروع ہے۔

رہا حدیث کے متعلق آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ "ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں، جس کو بڑے بڑے اکابر نے علامہ طبرانی، علامہ حاکم، ابو نعیم یہ سب مشہور محدث ہیں، انھوں نے اپنی اپنی کتاب میں اس حدیث کو لکھا ہے"۔

اسکے متعلق عرض ہے کہ اگر ان اکابر کی روایت کردہ حدیث صحیح ہو تو بیشک بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب تحقیق سے یہ بات واضح ہو جائے کہ ان کی روایت کردہ حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع اور جھوٹی ہے تو اسے بیان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ان اکابر کی کتابوں میں

صحیح حدیث بھی ہیں، ضعیف بھی اور جھوٹی اور موضوع بھی۔

ان اکابر کی روایات کے مطابق اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حالانکہ پوری صحت کے ساتھ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب الاستسقاء میں حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون ؎

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط کے موقعہ پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے دعاء استسقاء کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! پہلے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء استسقاء کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے دعاء استسقاء کرتے ہیں، پس ہمیں سیراب کر دے، بیان کیا کہ اسپر خوب بارش ہوئی ؎

لہٰذا اگر حضرت عمرؓ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہوتا تو آپ حضرت عباسؓ سے ہرگز دعا نہ کرواتے۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے دعاء کرانا صحابہ کرامؓ میں رائج ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ سے ضرور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ چھوڑ کر ہم حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کریں گے ؎

بس "فضائل ذکر" والی حدیث کی نسبت یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اسے حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے۔

اُمید کہ آپ زیر بحث حدیث کی اسناد اور اسکے متن پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے تسلی بخش جواب دینگے ؎ فقط والسلام ؎

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! کئی دن ہوئے عنایت نامہ پہنچا تھا۔ یہ ناکارہ پہلے بھی لکھ چکا ہے کہ یہ ناکارہ امراض کثیرہ میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے طویل خط وکتابت سے مستقل طور سے معذوری ہے اور اب تو ماہِ مبارک کا قرب ہے جس کی وجہ سے مشاغل اور مہمانوں کا ہجوم ہے اور سابقہ ڈاک کو نمٹانا بھی ہے جو بہت جمع ہو رہی ہے اور اسکا رمضان سے پہلے پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ اسلئے کہ اس ناکارہ کو ماہِ مبارک میں ڈاک کا لکھنا تو درکنار سننے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ اسکے علاوہ آپ کے علوم تک میری پرواز بھی نہیں۔ اسلئے کہ آپ کو تو قرآن وحدیث کے درمیان میں کھلا ہوا تعارض نظر آتا ہے اور مجھے اس کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔ آپ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سننے کے درمیان میں نہ کسی وسیلہ کا محتاج ہے اور نہ کسی واسطہ کا، براہِ راست سنتا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ حدیث کی دعا سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سوءظن پیدا ہوتا ہے۔ اور انکی مذکورہ بالا صفات کی معرفت تامہ کی نفی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے اس خط میں بخاری شریف کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کی روایت اپنے استدلال میں پیش کی۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرنے میں یہ شبہ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوءظن پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے لکھا کہ حدیث موضوع لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ مجھے اب تک بھی آپ کے ارشادات کے باوجود اس حدیث کا موضوع ہونا کہیں نہیں ملا۔ اگر آپ کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے تو آپ کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ اسکو نقل کریں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے اس حدیث کو موضوع ہونا کہاں سے تحریر فرمایا۔ آئندہ اس ناکارہ کو کوئی خط لکھیں تو اس مسئلہ میں تو لکھنے کی ضرورت نہیں کہ میں اپنی ناقص معلومات، دو خطوں میں لکھوا چکا ہوں اگر کوئی اور بات لکھنی ہو تو رمضان بعد لکھیں۔ فقط والسلام۔ محمد زکریا

۳، شعبان ۹۲ھ

مکتوب نمبر (۳۹)

بخدمت جناب مولانا محمد زکریا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بندہ ایک جماعتی آدمی ہے اور بفضلِ خدا وقتاً فوقتاً جماعت میں نکلتا رہتا ہے۔ آپ کی تالیف شدہ فضائل کی کتابیں خاص مفید ہیں۔ اور جماعتی اجتماعات میں پڑھی جاتی ہیں۔ فضائل ذکر میں ایک روایت بعنوان "کلمہ سے عرش کا ستون حرکت میں آتا ہے" درج ہے، جس کے الفاظ یہاں درج کرتا ہوں، اللہ معاف فرمائے:

(۱۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ تبارک وتعالیٰ عموداً من نور بین یدی العرش فاذا قال العبد لا الٰہ الا اللہ اھتز ذلک العمود فیقول اللہ تبارک وتعالیٰ اسکن فیقول کیف اسکن ولم تغفر لقائلھا فیقول انی قد غفرت لہ فیسکن عند ذلک۔ رواہ البزار وھو غریب، کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عبد اللہ ابن ابراھیم بن ابی عمرو وھو ضعیف جداً۔" (فضائل ذکر ص۱۰۲)

(ترجمہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے۔ جب کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا، وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھیروں، حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اسکی مغفرت کردی، تو وہ ستون ٹھیر جاتا ہے۔"

(فائدہ) محدثین کو اس روایت میں کلام ہے۔ لیکن علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔" ا۔ھ۔

جب کہ بقول آپ کے محدثین نے اس روایۃ میں کلام کیا تھا تو آپ کو اس روایت کے نقل کرنے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیئے تھی، اس روایت میں ایسی غلط بات منسوب کی گئی ہے جو کہ ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی نہیں کہہ سکتا ہے اور

جب کہ ڈانڈے کفر سے جاملتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ایک ستون سے ٹھیر جانے کو کہے اور وہ رکنے سے اظہار معذوری کردے۔ خدا تو وہ ہے جو زمین و آسمان کو ٹھیر جانے کو کہے تو وہ بھی ٹھیر جائیں۔ افسوس آپ نے نہ سوچا، ملاحظہ ہو قرآن مجید سورۂ یٰسین اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔"

میں سمجھتا ہوں کہ بعض دفعہ ایک اچھے خاصے آدمی سے ایسا فعل سرزد ہوجاتا ہے جس سے اسکی بہت سی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ یہ بھی فتنہ اور امتحان کا ایک پہلو ہے۔ سو انسان کو بہت سوچ سمجھ کر چلنا چاہیئے۔ اور جہاں بھی اپنی کسی غلطی کا احساس ہو اسکی فوراً اصلاح کرلینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔

میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کتب فضائل کے ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کردیں کہ آئندہ شائع ہونے والے تمام اڈیشنوں میں سے یہ روایت خارج کردی جائے اور گذشتہ مسلسل نشر و اشاعت پر آپ رب کریم سے توبہ و استغفار کریں، علاوہ ازیں بہتر ہوگا کہ آپ جماعتی خیال کے علماء اور ماہرین زبان کی ایک کمیٹی قائم کریں جو کتب فضائل کی خامیوں کی اصلاح کرے، کیونکہ ایک آدمی کا کام بہرحال ایک آدمی کا کام ہے جو غلطیوں سے پاک نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً ایک وسیع پیمانہ پر اشاعتی کام کے لئے کتب کا معیار بلند ہونا ایک اہم ضرورت ہے۔" والسلام۔"

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کا ایرلیٹر مورخہ تیرہ (۱۳) اپریل پہونچکر ...... موجب منت ہوا۔ آپ کے دینی و علمی ذوق سے مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اور اضافہ فرمائے۔

آپ نے فضائل ذکر کی ایک حدیث پر اعتراض کیا اور آئندہ اشاعت میں اسکے نکالنے کا مشورہ بھی دیا اسکا بھی مشکور ہوں کہ خیر خواہانہ مشورہ

محبت کا ثمرہ ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک آپ کے اشکال کا منشا سمجھ میں نہیں آیا، آپ نے لکھا کہ جب محدثین کو اس حدیث میں کلام تھا تو آپ کو روایت کرنے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیئے تھی۔ اس ناکارہ کا یہ کہنا کہ "اس حدیث پر محدثین نے کلام کیا ہے" یہ تحقیق کے بعد ہی تو لکھا ہے۔ بغیر تحقیق کے یہ کیسے معلوم ہوتا کہ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے؟ لیکن جب آپ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذکر فی اللالی لہ شواہد تو اس سے وہ ضعف جاتا رہا۔ کسی روایت میں ضعف کا ہونا جب کہ دوسری روایت سے اس کی تائید ہو جاتی ہو اسکے ضعف کو ہٹا دیتا ہے۔

آپ نے لکھا کہ اس حدیث میں ایسی غلط بات منسوب کی گئی ہے جو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی نہیں کہہ سکتا اور جب کہ ڈانڈے کفر سے جا ملتے ہیں۔ الخ اسمیں نہ تو کوئی ایسی چیز سمجھ میں آئی جو معمولی انسان کی عقل میں نہ آسکے اور اسکے ڈانڈے کفر سے جا ملتے ہوں۔ یہ عموؔد کا انکار کرنا یہ نافرمانی کا انکار نہیں بلکہ ادلال کا ہے جو اللہ ہی کے حکم سے ہے۔ ورنہ آپ خود ہی خیال کریں کہ عمود بیچارے کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ اس کلمہ کی فضیلت اور اہمیت بیان کرنے کے واسطے اس حالت کو ذکر کیا، اس مضمون کی ایک دو روایت نہیں بلکہ مختلف روایات حدیث میں وارد ہیں۔ کن کن حدیثوں کو کتب حدیث سے نکالا جائے گا، مشکوٰۃ شریف صفحہ ایک سو چھہتر (۱۷۶) میں مسلم شریف (کے حوالہ) سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ قرآن پاک کو قیامت کے دن لایا جائیگا۔ جس میں سب سے آگے سورہ بقر اور سورہ آل عمران ہوگی، یہ دونوں کی دونوں اللہ جل شانہ سے جھگڑا کریںگی کہ ہمارے پڑھنے والوں کو معافی عطا فرمائیں۔ مسلم شریف کی روایت کو تو ضعیف نہیں کہا جاسکتا؟ (سورۃ) تبارک الذی کے بارے میں مشکوٰۃ شریف صفحہ ایکسو اناسی (۱۷۹) میں متعدد کتب حدیث سے یہ مضمون

نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گی۔ یہاں تک کہ (اس پڑھنے والے کی) مغفرت ہو جائے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ایکسو اکیاسی (۱۸۱) میں سورہ الٓمٓ سجدہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ قبر میں عذاب کے فرشتوں سے جھگڑے گی۔ اور اپنے پُر مُردوں پر پھیلا دے گی اور کہے گی کہ یا اللہ یہ شخص مجھے کثرت سے پڑھتا تھا۔ اگر میں تیری کتاب میں ہوں تو میری سفارش قبول کرو ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔ اور یہی مضمون سورہ تبارک الذی کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے۔ اس قسم کی کتبِ احادیث میں بہت سی روایات ملیں گی، فضائل ذکر میں سے ایک دو روایات نکال بھی دیجائیں تو مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، سب ہی میں اس نوع کی روایات کثرت سے ہیں۔ آپ کہاں کہاں سے نکلوائیں گے۔ یہ کتابیں تو ساری دنیا میں ہند و پاک اور سارے ممالکِ اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے کیا کیا حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اگر آپ خود حدیث پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو کسی عالم حدیث سے اس کا ترجمہ معلوم کریں میرے خیال میں تو یہ (آنے والی حدیث) نور کے عمود کی حرکت سے بھی زیادہ اونچی ہے۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم خلق الله الخلق فلما فرغ منه قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمٰن فقال مه - قالت هذا مقام العائذ بك من القطيعة قال ان ترضين ان اصل من وصل واقطع من قطعك، قال بلی یا رب، قال فذاك (متفق علیہ)

یہ روایت بخاری شریف و مسلم شریف دونوں ہی کی ہے جو اصح الکتب کہلاتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ کو نافرمانی کا شبہ ہوا۔ نافرمانی دوسری چیز ہے اور بچوں کی اپنے ماں باپ سے ضد دوسری چیز ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی آیت

اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون۔ تحریر فرمائی، سر آنکھوں پر بالکل صحیح مگر یہ جب ہی ہے جب وہ ارادہ فرمائیں۔ اور جہاں یہ لاڈو پیار اچھا لگتا ہو وہاں ارادکا محل نہیں ہو سکتا، ورنہ آپ ہی سوچیے کہ اللہ جل شانہ نے شیطان مردود کے صریح انکار پر۔۔ اسکے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

آپ نے جو نصیحت فرمائی کہ "بعض دفعہ آدمی سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس سے اسکی ساری نیکیاں ہی ضائع ہو جاتی ہیں" بالکل صحیح فرمایا اللہ تعالیٰ اس قسم کے قول و فعل سے محفوظ فرمائے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ فضائل ذکر کے سارے ناشرین کو میں لکھدوں کہ آئندہ فضائل ذکر میں یہ حدیث نہ لکھی جائے۔ لیکن میں حدیث پاک کی ساری کتابوں کو ساری دنیا میں چھاپنے والوں کو کیسے منع کروں کہ جو حدیث آپ کی سمجھ میں نہ آوے ان کو کتب حدیث سے نکالدی جائے۔ اگرچہ وہ صحیح کیوں نہ ہوں۔

آپ نے مشورہ دیا کہ میں علمار کی ایک جماعت مقرر کروں جو میری ساری کتابوں پر بنظر اصلاح نظر کرے، اسکا اہتمام تو ضرور ہے کہ میری ہر کتاب جو اُردو یا عربی میں شائع ہوتی ہے وہ ایک یا دو عالم کو ضرور دکھلائی گئی۔ اور جو اصلاحات انھوں نے کیں اسکو قبول کرلیا۔

آخیر میں آپ کے مفید مشوروں کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی خیر خواہی کا بہترین بدلہ دونوں جہاں میں عطا فرمائے۔ فقط

محمد زکریا ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء

مکتوب نمبر (۴۰)

فضائل ذکر کے صفحہ ایکسو پچھتر (۱۷۵) پر لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم (ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک وضو کرتے ہوئے شخص کو دیکھا جس کے وضو کے پانی سے زنا کیا ہوا گناہ دھل رہا تھا۔

زنا گناہ کبیرہ ہے اور وضو میں صرف صغائر ہی معاف ہوتے ہیں، جیسا کہ

میں نے سنا ہے، رفع اشکال کیلئے تشریح فرمادیں" فقط

جواب یہ بات ٹھیک ہے کہ وضو سے صغائر ہی معاف ہوتے ہیں مگر پھر بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ اسلئے کہ بسا اوقات گنہ گار آدمی وضو کرتا ہے اور اپنے دل میں اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے کہ میں روسیاہ بارگاہِ خداوندی میں ملوث حاضر ہو رہا ہوں اور پشیمان ہو کر استغفار کرتا ہے۔ اس وقت وضو کے پانی کے ساتھ سارا گناہ نکل جاتا ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اسلئے کہ توبہ محقق ہو گئی۔ کیونکہ توبہ کی یہی حقیقت ہے کہ اپنے کیے ہوئے پر نادم ہو اور آئندہ کیلئے عہد کرے کہ اب عود نہیں کرے گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے وضو کے پانی کو دیکھا ہو جس کو کیفیت مذکورہ پیش آئی ہو۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اثر شے کے نکلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شئی بھی نکل جائے۔ جیسے کہ کسی کپڑے پر بہت سا پاخانہ لگ جائے اور اس پر قدرے پانی ڈالدیا جائے تو پاخانہ کے اثرات اس سے نکل جائیں گے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ سارا پاخانہ زائل ہو گیا ہو۔" واللہ اعلم۔ محمد زکریا

مکتوب نمبر (۴۱)

حضرت مولانا دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وعظ کہنے کا رواج عام ہو گیا، بیچارے اردو سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہوتے اور وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور وعظ میں رطب ویابس بیان کرتے رہتے ہیں۔ احقر ایسے وعظ میں بیٹھتا نہیں۔

آج جیسے ہی نماز صبح کا سلام امام صاحب نے پھیرا۔ ایک صاحب نے کھڑے ہو کر وعظ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمے بتائے ہیں جو نہایت ہلکے ہیں مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو ان کو پڑھ لے اسکو ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیوں کا ثواب ملیگا، اور پھر کلمہ بھی پڑھنا شروع کر دیا، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الاحد الصمد الذی لم یلد الخ۔ احقر سے اس وقت برداشت نہ ہو سکا۔

اسکو ڈانٹ کر کہا کہ غلط سلط باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیتے ہو۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا تو احقر نے خاموش کر دیا، جب دعا ہو چکی تو وہ احقر سے بحث کرنے آگیا اور یہ کہا کہ مولانا زکریا صاحب نے لکھا ہے۔ میں نے کہا دکھاؤ کہاں لکھا ہے۔ اس وقت کتاب اسکے پاس نہ تھی، وہ خفیف ہو گیا، وہ بیچارہ معمولی پڑھا لکھا ہے، اجنبی ہے۔ اسلئے اس وقت مجمع میرے ساتھ ہو گیا، اور اسی کو شرمندہ کر دیا۔

اب تراویح کے بعد احقر نے وعظ بھی کہہ ڈالا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی بات منسوب کر کے بیان کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب۔ اور کذب علی الرسول کذب علی اللہ ہو جاتا ہے، کیونکہ ارشاد ربانی ہے وما ینطق عن الھویٰ۔ اور مولانا روم فرماتے ہیں "گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔

اتفاق سے وہ صاحب اس وقت بھی موجود تھے۔ وعظ کے بعد انھوں نے فضائل ذکر کا صفحہ ایکسو انیس (۱۱۹) میرے سامنے رکھدیا، مجھے اس سے معافی مانگنی پڑی کہ تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ یہ واقعہ ہے، فیصلہ جناب کے حوالہ ہے:" فقط۔

جواب مکرم محترم مد فیوضکم، بعد سلام مسنون۔ اسی وقت گرامی نامہ پہنچا، اس ناکارہ کو ماہِ مبارک میں ڈاک کا وقت نہیں ملتا۔ اور اس وقت اعتکاف کی حالت میں کتابوں کی مراجعت بھی مشکل ہے۔

جناب نے بہت اچھا کیا کہ تنبیہ فرما دی کہ علامہ ابن جوزی کے مسلک کے حضرات کی بھی ضرورت ہے، تاکہ اعتدال قائم رہے لیکن اسپر تعجب ہوا کہ اس واعظ کو تو آپ نے محض اتنی بات پر معاف فرما دیا کہ اُس نے اس ناکارہ کی کتاب کا حوالہ آپ کو دکھلا دیا۔ لیکن اس ناکارہ کو آپ نے اسپر معاف نہ فرمایا کہ میں نے تو بہت اونچے شخص کا حوالہ ترغیب کا لکھدیا تھا۔ ترغیب معتمد کتابوں میں ہے۔ فضائل میں اکابر کے یہاں اسپر اعتماد کیا گیا ہے

اسکے علاوہ اسلاف کا فضائل کے بارے میں ضعیف روایتوں پر عمل متعارف ہے۔ خائذ کے متعلق باوجود اسکے متروک ہونے کے ابن عدی کی رائے یہ ہے کہ دمع ضعفہ یکتب الحدیث۔ ابن عدی خود بھی متشددین میں ہیں۔

اسکے علاوہ خود اس روایت کے شواہد متعدد اس جگہ پر موجود ہیں اور جو ثواب اس حدیث میں لکھا ہے وہ بھی کچھ اتنا نہیں جیسے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ تملئان ما بین السماء والارض۔ وارد ہے تو یہ مقدار تو اس سے بہت درجہ کم ہے۔

اگر غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ مگر اب تک ذہن میں یہ ہے کہ ان الفاظ کے فضائل اتنی کثرت سے ہیں کہ شواہد سے تائید بہت زیادہ ہوتی رہتی ہے" فقط محمد زکریا ۲۱ رمضان ۱۳۸۴ھ"

مکتوب نمبر (۲۲)

بخدمت بابرکت بزرگ محترم حضرت شیخ مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

گذارش ہے کہ فضائل ذکر فصل سوم صفحہ چھتر (۷۶) پر حدیث شریف نمبر ایک تا صفحہ اٹھاسی، حدیث شریف نمبر تیرہ (۱۳) میں ان تیرہ احادیث کا ترجمہ انشاءاللہ رب العزت کے فضل سے بندہ کو بار بار پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ مگر ان تمام احادیث میں کلمہ شریف کا صرف اتنا حصہ کتاب میں لکھا ہے، لا الٰہ الا اللہ ——

اب گذارش یہ ہے کہ یہ بے شمار فضائل و برکات اور انعام و اکرام صرف لا الٰہ الا اللہ پر ہیں یا پورے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہے" فقط

جواب

عنایت فرمایم سلمہ! بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ ملا۔ ان سے مراد صرف کلمہ ہے۔ لیکن دس بارہ دفعہ کے بعد پورا کلمہ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ بعض علماء کے نزدیک پورا کلمہ مراد ہے۔ البتہ درود شریف کا مستقل اہتمام کرنا چاہیے کہ اسکے فضائل بھی بہت ہیں"

محمد زکریا عفی عنہ۔ ۲۹ صفر ۱۳۸۵ھ"

مکتوب نمبر (۴۳)

فضائل ذکر فصل ثانی کی حدیث نمبر بارہ (۱۲) میں تشریح کے دوران لکھا ہے کہ یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اسکے پنے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں) پنا ہماری معلومات میں ایک پتھر کا نام ہے اور پنی یعنی چمکدار کاغذ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آنجناب نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ پنی اسکی بنتی ہے۔ یہ شبہ رفع فرمایا جائے۔"

جواب میرے خیال میں یہ جملہ کہ "بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے" اس کو تو باقی رکھا جائے۔ اسکے بعد کا جو جملہ ہے کہ "اسکے پنے بنتے ہیں الخ" اس جملہ کو قلمزد کر دیں۔" فقط

محمد زکریا۔ ۶ شوال ۱۳۹۴ھ

مکتوب نمبر (۴۴)

..... منبہات کا لفظ کتاب میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے (مثلاً فضائل ذکر فصل ثانی۔ احادیث ذکر میں) حدیث نمبر ۷) جسے آپ نے ابن حجر کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

براہِ کرم تحریر فرمائیں کہ کتاب منبہات حافظ ابن حجر کی ہے یا قاضی احمد بن محمد الحجری کی تصنیف ہے؟" فقط

جواب ..... منبہات ابن حجر ابتداءً اس وقت دیکھی تھی جب میری عمر بیس ۲۰ بائیس ۲۲ برس کی تھی۔ غالباً مطبع مجتبائی دہلی کی چھپی ہوئی تھی اور اس پر مصنفہ ابن حجر عسقلانی یاد پڑتا ہے لکھا ہوا تھا، وہی ذہن میں ہے۔ اسکے کئی برس بعد ایک مضمون کسی رسالہ میں دیکھا تھا، جسمیں اس کتاب کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور اس سے پہلے بھی کسی صاحب نے اسکے متعلق استفسار کیا تھا۔ مگر رسالہ میں جو وجوہ حافظ کی طرف منسوب نہ ہونے کی ذکر کی گئی تھیں وہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔"

مجھے تو اس وقت یاد نہیں مگر میرے دوستوں نے بیان کیا کہ تیرا وہ خط جس میں اسکے متعلق مفصل کلام کیا گیا ہے۔ "مکتوبات علمیہ" میں موجود ہے، عزیز شاہد سہارنپوری کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور کو خط ڈالکر تحقیق کرلیں کہ میرا وہ خط اگر اسکے پاس ہو تو وہ اس کی نقل آپ کو بھیجدے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس خط میں اسکے متعلق بہت تفصیل ہے۔"

محمد زکریا۔ ۴ر جون ۱۹۷۵ء مدینۃ المنورہ

مکتوب نمبر (۴۵)

..... ایک امر توضیح طلب یہ ہے کہ آنجناب کی تصنیف فضائل ذکر اکثر زیر مطالعہ رہتی ہے۔ اسمیں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت اور اسکے ذکر کی عظمت کا تذکرہ ہے۔ متعدد حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان سب سے اس ناچیز نے یہ سمجھا ہے کہ مقصد کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے ہے۔ لیکن ایک صاحب نے یہ کہا ہے کہ مطلب پورے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے ہے۔ بہ دل شکر گذار ہونگا کہ اگر آنجناب وضاحت فرمادیں کہ صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنا کافی ہے یا پورا کلمۂ طیبہ، اور ستر ہزار کا نصاب لا الٰہ الا اللہ کا ہے یا پورے کلمہ طیبہ کا۔" فقط

جواب ...... کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ تو کثرت سے پڑھا کریں اور پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] مرتبہ کے بعد پورا کلمہ پڑھ لیا کریں۔ ستر ہزار کا نصاب صرف لا الٰہ الا اللہ کا ہے۔"

محمد زکریا ۱۵ر ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

اشکالات وجوابات ــــ فضائل حج

مکتوب نمبر (۴۶)

حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب، مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! میں اس وقت حرم محترم میں ہوں، چونکہ جناب نے

فضائل حج میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فجر کی نماز مکہ معظمہ میں حرم شریف میں پڑھتے ہیں اور اشراق کی نماز تک رکن شامی پر رہتے ہیں۔ جب رکن شامی پر بعد نماز صبح میں نے جاکر دیکھا تو چند داڑھی منڈے حطیم میں اور رکن شامی پر پائے گئے۔ ممکن ہے مکہ شریف والوں کی صحبت میں حضرت خضر علیہ السلام نے داڑھی منڈوادی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ ورنہ فضائل حج کی روایت گویا قرآن کی آیت ہے۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

فضائل حج میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ بیت اللہ شریف کے دروازے کی چوکھٹ اور کواڑ فلاں سنہ میں ابن سعود نے تبدیل کرائے ہیں الخ۔ صرف کواڑ تبدیل ہوئے ہیں۔ میں اس وقت بھی موجود تھا۔ آپ نے آنکھ بند کرکے چوکھٹ کا تبدیل ہونا بھی لکھدیا۔ حالانکہ پرانی چوکھٹ اب تک موجود ہے۔

فضائل حج کیا ہے ایک غلط باتوں کا خزانہ ہے جو آنکھ بند کرکے تصنیف کی گئی ہے۔ اور کسی کسی جگہ وفا رالوفار کے حوالہ دے کر ہمارے حضرت شیخ الحدیث بری ہوگئے۔ نیز فضائل حج میں ہے کہ سید احمد رفاعی جب مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں قبر شریف سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک باہر نکلا، اس وقت تقریباً نوے (۹۰) ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ جسمیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی موجود تھے۔ دست مبارک کا قبر اطہر سے سید احمد رفاعی کے واسطے نکلنا عجیب وغریب بات ہے۔ صحابہ کرام کے واسطے کبھی ثابت نہیں، دوسروں کیواسطے وہ اس قدر سستا ہوگیا۔ وہ کرامات جن کا کوئی ثبوت ہو ان سے تو انکار نہیں لیکن بلا دلیل اور بلا ثبوت باتوں سے کتاب بھر دینا مناسب نہیں ہے۔

نیز فضائل حج میں یہ بھی ہے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا، بھوکا تھا، قبر شریف کے پاس جاکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ میں بھوکا ہوں، یہ کہکر مسجد نبوی میں ایک جگہ بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد نیند آگئی، غنودگی ہوگئی، دیکھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک روٹی لاکر دی اور فرمایا

اسے کھالو، نصف کھانے پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ اور نصف روٹی ہاتھ میں موجود تھی۔ دراصل فضائل حج کیا ہے عقائد غلط کرنے والی کتاب ہے جو اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ اللہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا جائے، نعوذ باللہ۔

تصانیف حضرات اکابر علماء دیوبند کی بھی ہیں مگر آپ کی تصانیف کا عجیب رنگ ہے کہ شرک کی تعلیم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی، حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا ولی اللہ صاحب، وغیرہ نے بھی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ مگر شرک و بدعات کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کو مٹایا ہے۔

میں نے کچھ تعلیم دیوبند میں بھی پائی ہے۔ حنفی ہوں، غیر مقلد بے ادب نہیں ہوں اور بد عقیدہ بھی نہیں ہوں۔

کسی کسی جگہ کی عبارت سے علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو خواب میں یہ فرمایا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ ہمدردی کی۔ اسلئے تمھارے واسطے یہ ہدیہ اور یہ بدلہ ہے۔ غور فرمائیے کہ کسی آدمی نے اگر خیرات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح معلوم ہوا جو خواب میں آکر تعریف فرمادی۔ یہاں الحمد للہ تبلیغی کام خوب ہو رہا ہے مگر جماعت میں آپس میں اکرام مسلم کی کمی ہے۔ ہاں الحمد للہ خلوص بہت ہے۔" فقط

از مکہ مکرمہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء۔

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کا عتاب نامہ مورخہ یکم ستمبر آپ کے غصہ میں اسقدر وزنی ہوگیا کہ دو ماہ میں یکم نومبر کو سہارنپور پہنچا اسمیں ایک پرچہ مولانا یوسف صاحب کے نام تھا جس کو آپ نے حکم دیا تھا کہ بندہ دیکھ کر ارسال کردے۔ تعمیل حکم میں مولانا کے حوالہ کر دیا کہ وہ خود یہاں تشریف لے آئے تھے۔ اُن سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ تو ان کو براہِ راست بھی بہت سے خطوط تحریر فرما چکے ہیں۔ جن کے اول اول تو انھوں نے بہت اہتمام سے جواب دیئے، اسکے بعد آپ کی عقل کو اپنی تحریرات سے کہیں بالا سمجھ کر سکوت اختیار فرمالیا۔

اس روایت سے بندہ کی طبیعت بھی مضمحل ہوگئی، ورنہ پہلے سے بہت مفصل جواب لکھنے کا خیال تھا اب مختصر ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ نے میرے نام کے والانامہ میں۔

(۱) پاؤں دبوانے پر انتہائی غیظ و غضب کا اظہار فرما دیا۔

(۲) اور فضائل حج پر تو بہت ہی غیظ و غضب بہا دیا جس میں حضرت خضر علیہ السلام کے رکن شامی پر نہ ملنے پر بہت غصہ ہے۔

(۳) اور بیت اللہ شریف کے کواڑوں کے ساتھ چوکھٹ کے تبدیل نہ ہونے پر بھی غصہ ہے اور لکھا ہے کہ تبلیغ والے حضرات اسکے شاہد ہیں اور حضرات بھی ہزاروں کی تعداد میں اسکے شاہد ہیں، فضائل حج کیا ہے غلط باتوں کا خزانہ ہے جو آنکھ بند کر کے تصنیف کی گئی ہے۔

(۴) سید احمد رفاعیؒ کے واسطے دست مبارک نکلنے پر بھی سخت عتاب ہے کہ بلا ثبوت بلا دلیل لکھدیا۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر سوال کرنے والوں کی مرادیں پوری ہونے پر آپ نے لکھا ہے کہ فضائلِ حج کیا ہے، عقائد غلط کرنے والی ایک کتاب ہے۔

(۶) حضرت مولانا تھانوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ نے بھی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ مگر شرک و بدعت کی تعلیم نہیں دی، بلکہ شرک و بدعت کو مٹایا ہے۔

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو خواب میں یہ فرمایا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ یہ کیا، یہ کیا، یہ علم غیب کی تعلیم ہے۔

آپ کے طویل والانامہ میں غصہ میں برا بھلا کہنے کے ساتھ یہ چند باتیں ہیں جن کا خلاصہ بندہ نے لکھا ہے۔ امور بالا کے متعلق جواب سے پہلے چند امور معروض ہیں

(الف) کسی کتاب یا رسالہ پر تنقید اعتراض کا تو مضائقہ نہیں۔ اور جو بات

سمجھ میں نہ آئے اسکو ضرور تحقیق بھی کرنا چاہیئے۔ اور اسپر تنقید بھی، مگر اسکا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ تنقید کا طرز سب وشتم کا نہ ہونا چاہیئے۔

آپ نے تبلیغی جماعت میں آپس میں اکرام مسلم نہ ہونے کی شکایت لکھی، لیکن آپ کے ان خطوط سے جو اس ناکارہ کو اور مولانا یوسف صاحب کو لکھے ہیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اسی قسم کی گفتگو ان حضرات سے بھی کرتے ہوں گے جن کا ان سے تحمل نہ ہوتا ہوگا۔ بلکہ میں تو ان حضرات کا اور بھی زیادہ معتقد ہوگیا۔ جو آپ جیسے مغلوب الغضب شخص کے ساتھ نباہ کر رہے ہیں۔

(ب) آپ نے اگرچہ یہ لکھا ہے کہ میں نے دیوبند میں بھی تعلیم پائی ہے مگر مجھے اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کی تعلیم کتنی ہے تاکہ اسی کے انداز پر آپ سے مخاطبت کی جائے۔"

(ج) آپ کے احوال جو خطوط سے اور ان بعض مہمانوں سے جو لکھنؤ وغیرہ سے اتفاق سے اس وقت آئے ہوئے ہیں (اور ان کے سامنے آپ کے خطوط کا تذکرہ مولوی یوسف صاحب وغیرہ سے ہوا) معلوم ہوئے ان سے یہ اشکال پیش آیا کہ اگر آپ کا گشت تبلیغی جماعتوں کے ساتھ وہاں ہوتا ہوگا اور آپ اپنی عادت کی وجہ سے مجبور ہوکر لوگوں پر برستے ہوں گے تو تبلیغی جماعت کے لوگوں کو بھی مشکلات ہوتی ہوں گی اور کام میں بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ اسکے متعلق آپ غور فرمادیں کہ کیا کیا جائے۔ اسکے بعد جوابات کے متعلق عرض ہے کہ۔

(۱) بدن دبوانے کا جواز سب فقہاء نے لکھا ہے۔ معلوم نہیں اسکو آپ نے اپنی رائے سے ناجائز قرار دیا ہے یا کسی جگہ سے آپ کو کوئی سند ملی ہے۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال دخلت علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم و غلیم لہ حبشی یغمز ظھرہ[۱] الحدیث یہ مرفوع حدیث ہے۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ انہ استاجر عجوزًا لتمرضہ وکانت تکبس رجلیہ[۲]۔ یہ صحابی کا فعل ہے۔"

---

[۱] کنز العمال ص ۴۴ جلد ۴۔ [۲] زیلعی علی الکنز ص ۱۸ جلد ۶۔"

اور محمد ابن المنکدر محدث تابعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں رات کو اپنی ماں کے پاؤں دباتا رہا اور میرا بھائی نفلیں پڑھتا رہا۔ دما احب ان لیلتی بلیلة[۵]

(۳) حضرت خضر علیہ السلام کو اگر مقررہ جگہ پر آپ نہ پا سکے ہوں تو اس سے نہ تو ان کے وجود کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی ان کا داڑھی منڈا ہونا لازم آتا ہے اول تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حرم میں فلاں جگہ میں بیٹھا کرتا ہوں تو اس کے یہ معنے ہوتے ہی نہیں کہ اس جگہ کے سوا کبھی دوسری جگہ نہیں بیٹھتا۔

[یہ مکتوب افسوس ہے کہ اسی قدر دستیاب ہو سکا مگر چونکہ یہ ناقص بھی فوائد سے خالی نہیں تھا۔ اسلئے تحریر کر دیا گیا" شاہد]

مکتوب نمبر (۴۷)

حضرت شیخ الحدیث صاحب، بہت تحقیق فرما کر جواب عنایت فرمایئے گا کیونکہ بہت زیادہ تحقیق اس وسیلہ والی دعا کے بارے میں ہو چکی ہے، جواب دلائل کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اور قرآن و حدیث و فقہ سے ثبوت ہو، صرف علما کے اقوال ہرگز نہیں مانے جائیں گے۔ بہت غور و فکر فرما کر قلم اٹھایئے گا۔

قرآن شریف میں الحمد شریف میں دعا کی تعلیم خدائے پاک نے عنایت فرمائی ہے۔ جس میں وسیلہ وغیرہ کچھ نہیں اور بھی دعائیں قرآن شریف میں ہیں جہاں کسی کا وسیلہ وغیرہ کچھ نہیں، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی وسیلہ کا تذکرہ نہیں اور بعد وفات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرات عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کوئی دعا نہیں مانگی، براہ راست پروردگار عالم سے ہر نبی نے اور ہر صحابی نے دعا مانگی ہے۔ کیا وسیلہ والی دعا سے خدائے پاک پر کوئی دباؤ پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

---

[۵] درمنثور ص ۱۷۰ جلد ۴

یہ وسیلہ والی دعا۔ آپ کی کتاب فضائل حج میں صفحہ ایکسو چوالیس (۱۴۴) پر موجود ہے۔ آئندہ آپ کتابیں تصنیف فرمائیں تو تحقیق فرماکر تصنیف فرمائیں، بڑی بڑی غلطیاں آپ کی تصانیف میں موجود ہیں۔"

شیخ الحدیث صاحب! ہم نے آپ کو کبھی کسی جماعت میں تبلیغی کام میں شریک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیا ایک سال میں چالیس۴۰ دن کے لئے بھی آپ کسی جماعت کے ہمراہ تشریف نہیں لیجا سکتے۔ صرف ترغیبی کتابیں تحریر فرماکر ثواب میں داخل ہونا چاہتے ہیں" واہ خوب"۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

ایک لفافے میں دو عتاب نامے پہنچے۔ اس سے قبل عرصہ ہوا ایک غضب نامہ جناب کا مکۂ مکرمہ سے بھی پہنچا تھا جو خط لکھنے کے دو ماہ بعد بندہ کو ملا تھا اسکا جواب اسی وقت ارسال خدمت کردیا تھا۔ بعد میں کسی نے بیان کیا کہ آپ بمبئی بلکہ ہر دوئی پہنچ گئے۔ بندہ نے پہلے بھی دریافت کیا تھا کہ مجھے اب تک آپ کی علمیت کا پتہ نہیں چلا کہ آپ نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا ہے تو کیا پڑھا ہے اسلئے کہ ہر شخص سے گفتگو اسکے علمی معیار کے مطابق ہی ہو سکتی ہے آپ نے اس عتاب نامہ میں توسل پر بہت غیظ کا اظہار فرمایا مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ اعتراض آپ نے جہاں لکھا ہوا دیکھا یا کسی سے سنا اس کو سمجھا بھی نہیں۔ وہ چیز جس پر بعض اکابر کو اعتراض ہے وہ دوسری چیز ہے۔ نفس توسل سے کون پڑھا لکھا انکار کرسکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا کہ کیا وسیلہ والی دعا سے اللہ تعالیٰ پر کوئی دباؤ پڑتا ہے مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باجماعِ امت سفارش فرمائیں گے تو کیا نعوذ باللہ حضورؐ کی سفارش سے حق تعالیٰ شانہ پر کچھ زور پڑسکتا ہے۔ پھر یہ آخر شفاعت کا دروازہ کیوں کھولا؟

توسل کے متعلق چند احادیث لکھتا ہوں:

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔ رواہ البخاری۔

یہ حضرت عمر کو کیا ہو گیا کہ کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور کبھی حضور کے چچا حضرت عباس کے ساتھ۔

(۲) نابینا کا مشہور قصہ جس کو ترمذی شریف[1] میں نقل کیا ہے اسمیں خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو دعا تعلیم فرمائی اسمیں اللھم انی اسألک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اتنی کھلی بات کا پتہ نہ چلا کہ وسیلہ والی دعا سے اللہ تعالیٰ پر دباؤ پڑتا ہے۔

(۳) واخرج الحاکم وصححہ انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یارب اسألک بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم الا غفرت لی۔ الحدیث۔ ذکرہ ابن حجر المکی فی شرح المناسک۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کو کیا ہو گیا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے وسیلہ سے دعا کرنے لگے۔

اصل بات یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت عمر کا ذہن وہاں تک کہاں پہنچ سکتا تھا جہاں آپ کا روشن دماغ پہنچ گیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ پر زور پڑتا ہے۔

علامہ جزری نے حصن حصین میں صفحہ تئیس (۲۳) پر آداب دعا میں لکھا ہے وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ۔ امام نووی نے احکام حج میں آداب زیارت کے سلسلہ میں لکھا ہے ثم یرجع الی موقفہ الاول قبالۃ وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویتوسل بہ فی حق نفسہ الخ

---

[1] ص ۲۱۰ ج ۲۔

فضائل حج صفحہ ایکسو اکتیس (۱۳۱) پر اسکو مفصل لکھا ہے۔ اسکو دیکھ لیں تعجب ہے کہ آپ نے فضائل حج کا صفحہ ایکسو چوالیس (۱۴۴) تو دیکھ لیا مگر اس سے پہلے صفحہ ایکسو اکتیس (۱۳۱) نہیں دیکھا۔

اور اگر ان سب اکابر کی یہ ساری کتابیں غلط ہیں تو پھر فضائل حج کے غلط ہونے کا اس ناکارہ کو بھی قلق نہیں۔

آپ نے لکھا کہ صرف قرآن، حدیث، اور فقہ سے ثبوت ہو ورنہ صرف علماء کے اقوال ہرگز نہ مانے جائیں گے۔ اسکے متعلق عرض ہے کہ آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہو سکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں۔ لیکن مجھ جیسے کم علم کیلئے تو سب اہلِ حق معتمد علماء کا قول حجت ہے۔ میں علماء کے قول کو نہ مانکر کیسے زندگی گذار سکتا ہوں، مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کر کے عمل کروں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھے کسی کام میں تبلیغی جماعت میں شریک ہوتے نہیں دیکھا صرف ترغیبی کتابیں تحریر کر کے ثواب میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی ایک ثواب کا کام کسی وجہ سے نہ کر سکے وہ پھر کوئی بھی ثواب کا کام نہ کرے۔ آپ کو غالباً اس کا علم نہیں کہ میں نے کوئی رسالہ اپنی خواہش سے نہیں لکھا۔ انھیں لوگوں کے اصرار سے لکھے ہیں جو اس کام میں سرگرم رہے۔ مرنے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے اس کا مطالبہ فرمالیں۔ یا اب مولانا یوسف صاحب سے اس کا جواب طلب کرلیں کہ وہ کیوں ایسے شخص سے رسالہ لکھواتے ہیں جو تبلیغ میں نہیں نکلتا۔

اسمیں بندہ آپ کا ہم خیال ہے کہ مجھے رسائل تصنیف نہیں کرنے چاہئیں۔ مجھے خود اسمیں بہت تامل ہوتا ہے۔ مگر پہلے چچا جان کا ہمیشہ حکم رہا۔ اب تک بھی ان کی فرمائش کا ایک رسالہ باقی ہے۔ جس کی اسی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی، اسپر اضافہ یہ کہ مولانا یوسف صاحب کے مزید رسالوں کے احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔

کم از کم مولانا یوسف صاحب کو تو آپ روک ہی دیجئے کہ وہ آئندہ کسی رسالہ کا حکم نہ فرمادیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ ناکارہ اوّل مدرس مدرسہ نہیں ہے مدرس اوّل ایک اور بزرگ ہیں" فقط والسلام

محمد زکریا ۵ رجب ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر (۴۸)

مخدوم مکرم استاذنا زید مجدہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بندہ ہر روز بعد نماز عصر مقتدیوں کو حضرت والا کی فضائل کی کتابوں میں سے کوئی نہ کوئی کتاب سناتا ہے۔ آج کل فضائلِ حج سنا رہا ہے۔ اس میں صفحہ اناتالیس (۳۹) سطر دو پر بیدل حج کا ثواب ہر قدم پر سات کروڑ لکھا ہے اور صفحہ اکتالیس (۴۱) سطر تین پر ستر (۷۰) کروڑ تحریر فرمایا ہے

دوسرے یہ کہ اسی کتاب میں صفحہ سترہ سطر تیرہ پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہیں لیا جائیگا اور اس کا قصور معاف کردیا جائے گا اور پھر صفحہ چونسٹھ (۶۴) سطر نو پر یہ ہے کہ ان مظلوم لوگوں کے گناہ اسکے ظلم کے بقدر لیکر اس پر ڈالدیے جائیں گے۔ ان دونوں مقامات پر تطبیق سمجھ میں نہیں آئی، تحریر فرمادیجئے" فقط۔

جواب عنایت فرمائم سلمہ، بعد سلام مسنون، عنایت نامہ پہنچا، فضائل حج سنانے سے مسرت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

صفحہ سترہ (۱۷) پر مظالم کے عفو کی حدیث اور صفحہ چونسٹھ پر مظالم کے بدلہ کی دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔ عفو والی حدیث پر محدثانہ کلام وسیع ہے۔ حتی کہ ابن جوزی نے تو اس کو موضوع تک کہدیا۔ تاہم بدلہ والی حدیث کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتیں۔ اسلئے عام ضابطہ والی حدیث تو بدلہ والی ہی ہے۔ اور معافی والی حدیث اگر قابل احتجاج ہو ہی جائے تو مخصوص حجاج کے لئے ہے اس کا درجہ تو بس اتنا ہی ہے کہ مالک سے امید وار عفو ہو کر مانگتا رہے۔

پیدل حج والی حدیث میں صفحہ اکتالیس (۴۱) پر ستر کروڑ کا لفظ سبقت قلم ہے اسلئے کہ صفحہ اڑتالیس اور صفحہ چالیس ۴۰ پر جو مضمون ہے وہ احادیث کا ترجمہ ہے، اسلئے وہ مقدم ہے اور صفحہ اکتالیس ۴۱ پر اپنا مضمون ہے۔ اسکی تصحیح کر کے سات بنادیں۔" فقط۔ محمد زکریا کاندھلوی، ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ۔"

مکتوب نمبر (۴۹)

محترم مکرم زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

فضائل حج کے صفحہ چونسٹھ (۶۴) پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اسمیں حضور ص کے سامنے جنت اور دوزخ کے احوال ظاہر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم میں ایک عورت کو دیکھا جس نے کسی بلی کو دنیا میں باندھ رکھا تھا۔ الی آخرہ۔

سوال یہ ہے کہ اس وقت جنت اور دوزخ میں کون تھا؟ فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہ،۔ بعد سلام مسنون! صلوٰۃ الکسوف میں جو روایت ذکر کی گئی اس کے متعلق امام نووی کی رائے یہی ہے کہ بعض لوگ اب بھی معذب ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک اور یہی بندہ کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ یہ رویت عالم مثال کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ جو واقعات اپنے وقت پر اپنی حالت میں ہوں گے وہ بطور کشف کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آگئے جیسا کہ بعض لوگ خواب میں بعض آنے والے واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ اسیطرح حضور ص کو حالت بیداری میں بعض واقعات کا انکشاف ہوجاتا ہے۔" فقط۔

محمد زکریا ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ۔

مکتوب نمبر (۵۰)

.... حضرت سید احمد کبیر رفاعی" کا یہ واقعہ کہ وہ ۵۵۵ھ میں روضۂ اقدس پر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک یا جدی کہہ کر سلام کیا۔ روضۂ اقدس سے وعلیک السلام یا ولدی باواز بلند سنا گیا۔ اسپر

حضرت شیخ پر ایک حالت طاری ہوئی۔ اور دو شعر پڑھے جن میں یہ بھی تھا۔

فامدد یمینک تحظی بھا شفتی

اس پر قبر شریف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا، شیخ نے اسے بوسہ دیا الخ۔

حضرت حکیم الامت نے اپنے وعظ میں علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے۔ یہاں علامہ سیوطی کے رسائل نہیں ہیں۔ ذرا تفتیش کر کے علامہ سیوطی کی عبارت مع حوالہ کتاب وصفحہ تحریر کردیں۔" والسلام۔

(حضرت مولانا) محمد ظفر عثمانی ۲۵، ذیقعدہ ۷۵ھ۔"

جواب المخدوم المکرم زادت معالیکم۔ بعد سلام مسنون۔ ابھی وقت مولانا اسعد اللہ صاحب نے گرامی نامہ دکھلایا۔ جسمیں سید احمد رفاعی قدس سرہٗ کے مشہور واقعہ کا حوالہ دریافت فرمایا گیا ہے۔ اس واقعہ کو اس ناکارہ نے بھی اپنے رسالہ فضائل حج کے صفحہ ایکسو پچاس (۱۵۰) قصہ نمبر تیرہ پر نقل کیا ہے وہ دو شعر یہ ہیں۔"

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

اس پر دست مبارک ظاہر ہوا۔ اور انھوں نے اس کو چوما۔

یہ واقعہ رسالہ فضائل حج میں علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی جلد دو، صفحہ دوسو اکسٹھ (۲۶۱) سے نقل کیا گیا ہے۔ مگر یہ کتاب نہ تو میرے پاس ہے نہ مدرسہ میں ہے۔ غالباً مفتی محمود صاحب گنگوہی کے پاس تھی۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی اپنی تھی یا کسی سے مستعاری تھی۔

مفتی صاحب کئی سال سے جامع العلوم کانپور میں مدرس ہیں۔ انکو آج ہی خط لکھدیا کہ اگر کتاب ان کے پاس ہو تو صفحہ دوسو اکسٹھ (۲۶۱) جلد دو سے عبارت بعینہٖ نقل کر کے خدمت والا میں براہِ راست ارسال کردیں۔ جناب کے

رفع انتظار کے خیال سے یہ عریضہ ارسال ہے۔

رسالہ فضائل حج میں البنیان المشید کے حوالہ سے اتنا اضافہ بھی ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جن میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ بھی تھے، سب نے اس واقعہ کو دیکھا۔

یہ روسیہ سیاہ کار دعاؤں کا بہت ہی محتاج ہے۔ اعمال خیر سے تو ہمیشہ سے عاری تھا۔ روز افزوں امراض نے علمی مشاغل سے بھی بیکار کر دیا۔ دماغ اور نگاہ دونوں سرعت سے جواب دے رہے ہیں۔

محمد زکریا، ۲ر ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

مکتوب نمبر (۱۵)

قدوۃ السالکین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ گذارش یہ ہے کہ کیا سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک روضہ مقدس سے کسی کے مصافحہ کے واسطے باہر نکل سکتا ہے؟ یہ امر شریعت کے موافق ہے یا نہیں؟۔

یہ روایت اگر بے سند ہے اور شریعت اس کو جائز نہیں قرار دیتی۔ تو پھر فضائل حج میں ایسی روایتوں کی شہرت فتنہ کا باعث ہو سکتی ہے یا نہیں؟

فقط والسلام

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ ابھی وقت عنایت نامہ پہنچا۔ تقریباً دو ہفتہ پہلے بھی اس مضمون کا آپ کا خط پہنچا تھا میں نے اسی خط پر یہ مضمون لکھ کر۔ کیونکہ یہ ناکارہ اپنے امراض بالخصوص نزول آب کی وجہ سے مراجعت کتب سے معذور ہے۔ اور اب علمی خطوط کا جواب مشکل ہو گیا ہے۔ اسلئے آپ کا یہ خط مفتی محمود صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند کے پاس بھیجتا ہوں۔ آئندہ کبھی کوئی علمی بات دریافت کرنی ہو تو مفتی صاحب کے پاس بھیجیں" آپ کو بھیج دیا تھا۔ اتفاقاً اسی وقت مفتی صاحب آگئے۔ میں نے

آپ کا خط اور اپنا جواب ان کے حوالہ کر دیا اور کہہ دیا کہ مفصل جواب تحریر فرما دیں۔ تعجب ہے کہ ان کا جواب ابھی تک آپ تک نہیں پہنچا۔ ممکن ہے کہ خط لکھنے کے بعد پہنچ گیا ہو۔ اسلئے کہ مفتی صاحب اس درمیان میں ایک مناظرہ کے سلسلہ میں باہر بھی گئے تھے۔

(بہرحال) اس سلسلہ میں اتنا ضروری ہے کہ حضرت اقدس قطب العارفین سید احمد صاحب رفاعی نور اللہ مرقدہٗ کے لئے دست مبارک کا نکلنا مشہور قصہ ہے۔ جس کو علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الحاوی میں نقل کیا ہے۔ اور اسی واقعہ کو مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان نے اپنے کسی رسالہ میں نقل کیا ہے اور بھی متعدد حضرات نے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اگر آئندہ کوئی چیز پوچھنی ہو تو براہِ راست مفتی صاحب ہی سے پوچھیں۔ اس ناکارہ کو اب مراجعت کتب دشوار ہے۔" فقط

محمد زکریا ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ"

اشکالات و جوابات — فضائل صدقات

مکتوب نمبر (۵۲)

بخدمت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض یہ ہے کہ عاجز کے پاس آپ کی تصنیف فضائل صدقات موجود ہے اسکے حصہ دوم صفحہ دو سو دس (۲۱۰) پر موت کا بیان لکھا ہے، جس میں ایک حدیث جناب نے لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس ۲۵ مرتبہ اللّٰھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت پڑھے الخ۔ یہ الفاظ حدیث کی کونسی کتاب میں ہیں" فقط

جواب عنایت فرمائیم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ یہ حدیث زرقانی کے حوالہ سے اوجز المسالک جلد دو صفحہ چارسو نوے (۴۹۰) پر اور اسی طرح سے شرح احیاء جلد نمبر ۹ نویں صفحہ پانچسو تیس (۵۳۰) اور جلد دس ۱۰ میں صفحہ دوسو ستائیس (۲۲۷) پر طبرانی اوسط کے حوالہ سے تحریر ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ فقط محمد زکریا ۲۵ ۳/۸۳ ھ

مکتوب نمبر (۵۳)

مخدوم و مکرم شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ ہمارے قصبہ کے ایک صاحب تبلیغ روزانہ تھوڑی دیر کے واسطے بعد نماز عصر فضائل صدقات مؤلفہ آنجناب تزکیۂ نفس کے واسطے سنایا کرتے ہیں، بہت اچھا عمل ہے۔

فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ دوسو ستتر (۲۷۷) پیراگراف چوبیس (۲۴) میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا آغاز "مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے" سے ہوا ہے۔ درمیانی سطور میں یہ عبارت بھی آگئی کہ صاحبِ خیر ایک سخی کی قبر پر گئے اور سارا قصہ قبر پر بیان کیا رات کو سخی کو خواب میں دیکھا یہ کہتے ہوئے کہ میں نے تمھاری بات تو ساری سُن لی تھی مگر جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی اور مختلف الفاظ خواب میں سُنے۔

ہماری جماعت اہل حدیث کے افراد کو اس قصہ میں تردد ہے۔ ہماری خلش کو دور فرمائیے۔ کیونکہ ایسی عبارت کو سن کر عوام کو قبر پر جانے کی جرأت ہوگی۔"

جواب مکرم محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ کارڈ پہنچا۔ آپ کے دینی جذبہ سے جو گرامی نامہ سے ظاہر ہوتی بہت ہی مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے اس دینی جذبہ میں اضافہ فرمائے۔ دارین کی ترقیات سے نوازے۔ اپنی رضا و محبت عطا فرمائے۔

آپ نے ایک خواب کے قصہ کو اتنی زیادہ اہمیت دی جس کا وہ مستحق نہیں تھا

خواب کوئی شرعی حجت نہیں، جس سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت کیا جاسکے۔ اسکی فضیلت جیسا کہ احادیث میں آیا ہے مبشرات کی ہوتی ہے۔ اچھا خواب ہو تو وہ بشارت ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن شرعی دلیل کا درجہ نہیں۔ اور اگر جناب غور فرمائیں تو خود اس قصہ میں ہی جناب کے اشکال کا جواب موجود ہے۔ اسلئے کہ میت نے یہ کہا کہ جواب دینے کی اجازت نہیں ہوئی تھی۔ اس سے خود سمجھ میں آگیا کہ سننے کی اجازت ہوگئی۔ یہی حقیقت ہے ہمارے اکابر کے نزدیک اموات کے سننے کی یہ اللہ کی اجازت پر موقوف ہے وہ چاہے تو سنوا دے۔ نہ چاہے تو نہ سنوا دے۔

اس خواب کے قصہ سے زیادہ صاف اور واضح تو بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "ان المیت لیسمع قرع نعالھم" وارد ہوا ہے کہ میت جوتوں کی آہٹ بھی سنتی ہے۔ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بدر کے مقتولین کو جو کنوئیں میں ڈالدیئے گئے تھے۔ خطاب فرمانا۔ اور جب صحابہ نے یہ اشکال کیا کہ آپ اموات سے خطاب کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (کفار) کے متعلق خوب سننا بیان فرمایا۔ اور اسی قسم کی اور روایات حدیث جن سے اموات کا سننا معلوم ہوتا ہے اس خواب والے قصہ سے زیادہ قوی اور شرعی حجت ہے۔ اگرچہ دوسری نصوص سے مُردوں کا نہ سُننا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے برابر اختلافی چلا آرہا ہے۔ صحابہ کی ایک بڑی جماعت مُردوں کے سننے کی قائل ہے۔ اور دوسری ایک جماعت صحابہ کرام کی اس کا انکار کرتی ہے۔ اور اس کے بعد سے اب تک علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوتا چلا آیا ہے۔

اسی بناء پر ہمارے اکابر نے ان مختلف نصوص میں اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ اللہ کے قبضہ میں ہے۔ وہ چاہے تو کسی بزرگ کو بلکہ کسی عامی مسلمان کو بھی سنوا دے اور وہ نہ چاہے تو کسی بڑے سے بڑے ولی کو بھی نہ سُنوائے"۔

مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کس درجہ کے عالم ہیں۔ اگر حدیث کی کتابیں اور شروح وہاں موجود ہوں تو شروحِ بخاری میں اس مسئلہ پر اور صحابہ کے اختلاف اور ان کے دلائل اور ان کے جوابات پر طویل کلام ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ عوام کے سمجھنے کے لئے تو اس ناکارہ کے نزدیک یہ مختصر تحریر کافی ہے کہ یہ بات صرف اللہ کے قبضہ میں ہے کہ وہ چاہے تو سنوادے اور اس سے میرے خیال میں کسی مسلمان کو بھی انکار نہ ہوگا، کہ وہ پاک ذات یفعل ما یشاء و یفعل ما یرید ہے۔

فقط محمد زکریا ۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

مکتوب نمبر (۴۵)

فضائل صدقات حصہ اوّل صفحہ ایک سو ستانوے (۱۹۷) پر فقیہ ابواللیث کا جو عجیب قصہ بابت نیک امانت دار خراسان لکھا ہے وہ فسانۂ الف لیلہ ہی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ زمزم کے کنوئیں اور وادیٔ برہوت کے کنوئیں سے سجین اور علیین کا کام لیا جائیگا۔ اور کسی شخص کے دریافتِ حال پر روح سے بات بھی کی جاسکتی ہے۔

اس طرح کی روایتوں سے طبیعت برگشتہ ہو جاتی ہے۔ آج یہ کنوئیں کیوں خاموش ہیں۔ روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا کریں۔ فقط۔

جواب فضائل صدقات کا آپ نے کوئی حوالہ باب وغیرہ نہیں لکھا اور جو صفحہ آپ نے لکھا اس پر وہ قصہ نہیں ملا۔ بڑی تلاش کے بعد مل گیا صفحات ان رسائل کے بہت مختلف ہیں جس میں بہت وقت خرچ کرنا پڑا۔

جو نسخہ میرے سامنے ہے اسمیں یہ قصہ صفحہ دوسو سات (۲۰۷) پر ہے۔ آپ نے یہ صحیح لکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قسم کی کوئی روایت نہیں ہے کہ ان دونوں کنوؤں میں ارواح ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ اس قسم کے قصوں کا

۵۔ علامہ سیوطی کی شرح صدور میں بھی اس قسم کی چیزیں بکثرت مذکور ہیں۔ یہ مضمون وہاں دیکھ لیا جائے۔

تعلق کشف سے ہوا کرتا ہے جو شرعی حجت نہیں ہے۔ اصحاب کشوف کو اس قسم کی چیزیں بعض اوقات کشف سے معلوم ہو جاتی ہیں جو نہ شرعی حجت ہے اور نہ وہ دائمی ہوتی ہیں۔" فقط محمد زکریا، ۷ رجب ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر (۵۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین بیچ اس مسئلہ میں کہ جماعتی درس کے سلسلہ میں ایک مسجد کے امام صاحب نے فضائل صدقات حصہ دوم مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات کے صفحہ پانچسو سولہ (۵۱۶) پر مصر کے ایک صاحب خیر شخص کا واقعہ پڑھا۔

ایک صاحب نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ جب پہلے کے لوگ اس قدر ایماندار تھے کہ ناجائز پیسہ قبول نہیں کرتے تھے تو جب صاحب قبر کسی واسطہ سے امداد کر سکتے ہیں تو اس زمانے میں پریشان حال لوگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر جو حاجتیں اور منتیں مانگتے ہیں ان سے ہم کو کیوں روکا جاتا ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ یعنی تم اپنی آواز قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو یہاں "آواز" کیوں سنائی گئی۔ اور قبر والے نے کس طرح سنا اور خواب میں کس طرح آئے۔ یہ تو کوئی بہت پائے کے بزرگ ہوں گے ان کا کیا درجہ سمجھا جائے:

فضائل کے لکھنے والے بزرگ شیخ الحدیث صاحب بہت پائے کے بزرگ ہیں۔ اسلئے آپ کی اس کتاب کو ہم مستند سمجھتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ کے متعلق جو سوال ہم نے کیا ہے وہ مخلوق کی زبان ہے۔ اسلئے برائے کرم واقعۂ مذکورہ کے متعلق مطلع و مشکور فرمایا جائے۔" فقط۔

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! عنایت نامہ پہنچا۔ یہ ناکارہ مفتی نہیں ہے۔ فتاویٰ کے جوابات نہیں لکھتا۔ اور آپ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا ہے۔ "کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین" اسلئے آپ کا خط مفتی

صاحب مدرسہ کے پاس بھیجتا۔ مگر چونکہ یہ رسالہ اسی ناکارہ کا لکھا ہوا ہے اور آپ نے سوال میں بھی اس ناکارہ کے لکھنے کو اصل بنایا۔ اسلئے مختصراً اپنا خیال لکھتا ہوں:

اصل تو یہی ہے کہ اموات کا مستقل سننا ثابت نہیں۔ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ۔ یہ آیت قرآنی اس بارے میں نص ہے۔ اور اسی وجہ سے مشائخ قبور پر جاکر ان کو مخاطب کرکے ان سے طلب کو ناجائز کہتے ہیں۔ البتہ براہ راست اگر اللہ جل شانہ سے ان کے وسیلہ سے کوئی دعا مانگی جائے تو اسمیں مضائقہ نہیں۔ اسکے علاوہ اگر کسی جگہ کوئی خاص واقعہ سننے کا ثبوت مل جائے تو وہ خرق عادت اور کرامت پر محمول ہوگا۔ جس کو حجت یا سب جگہ جاری نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ صاحب کا اپنی قبر میں زندہ ہوتے ہیں کیا اشکال ہے؟ واقعی حضرت خواجہ صاحب اور دیگر بزرگان دین کے علو شان میں تو کوئی انکار نہیں۔ لیکن احادیث میں صرف انبیاء کی خصوصیت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے بدن کھانے کو حرام فرما رکھا ہے۔ اسلئے کسی غیر نبی کو چاہیے وہ کتنا ہی عالی شان کیوں نہ ہو نبی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ میں تمہارے سنانے کی نفی ہے اور اسی واسطے سب کو رد کا جاننا ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ کسی مصلحت سے کسی کو سنوا دیں تو وہ اس قاعدہ کلیہ کے خلاف نہیں ہوگا۔ جیسے کفار قریش کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسپر اشکال کیا کہ آپ مُردوں سے خطاب فرماتے ہیں؟ تو اس پر علماء نے یہی توجیہ کی ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنانے کے لئے ان کی روح کو تھوڑی دیر کے لئے واپس کردیا تھا اسی طرح کیا بعید ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس سخی کی روح کو واپس کردیا ہو۔ اس سے اس سخی کے بزرگ یا اونچے پایہ کا ہونا لازم نہیں آتا۔ جب کہ اللہ نے کافروں تک

کی روح کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے لئے واپس فرما دیا۔"
فقط۔ محمد زکریا ۱۷ ار رجب ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر (۵۶)

بزرگ محترم جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کی ذات سے مجھ کو جو عقیدت ہے وہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ نے تبلیغی نصاب حصہ اول اور حصہ دوم لکھ کر مسلم قوم کے ساتھ جو کرم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا پورا اجر عظیم عطا فرمائے۔

تبلیغی نصاب حصہ اول اور حصہ دوم جیسی کتابیں ابھی تک تو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ میرے خیال میں ہر مسلمان کے گھر میں ان دونوں کتابوں کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جیسا چراغ یا بلب کا۔

آج ایک جگہ پڑھتے پڑھتے رک جانا پڑا۔ عبارت کو بار بار پڑھا، لیکن کم فہم اور ناقص العقل ہونے کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آئی۔

عبارت درج ذیل ہے۔ مہربانی فرما کر اس کی تشریح فرما دیں۔

"حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر اللہ جل شانہ کے علم میں یہ بات ہوتی کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کو کافی نہ ہوگی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی چیز ان کیلئے تجویز فرماتے جو ان کو کافی ہوتی۔"

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدا نخواستہ اللہ تعالیٰ ابھی کسی چیز کی طاقت کو سمجھتے ہیں اور کسی چیز کی نہیں سمجھتے۔ اگر اسکا مطلب یہ نہیں تو پھر اور کیا ہے۔" فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ! بعد سلام مسنون۔ آپ کا غیر جوابی خط پہنچا۔ اگر جواب مطلوب تھا تو جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ ہونا چاہیئے تھا۔

آپ نے جو اشکال لکھا وہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حدیث پاک کا مطلب صاف ہے۔ اللہ جل شانہ کے علم میں یہ بات ہے کہ اگر اغنیاء اپنی زکوٰۃ ساری کی ساری ادا کردیں تو وہ فقراء کے لئے کافی ہوگی۔ اگر اللہ کے نزدیک اغنیاء کی زکوٰۃ

فقراء کے لئے کافی نہ ہوتی تو وہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی واجب کرتے تاکہ فقراء کی ضرورت پوری ہو جائے۔ لیکن چونکہ اغنیاء اپنی زکوٰۃ پوری ادا نہیں کرتے اسلئے فقراء کو مشکلات پیش آتی ہیں۔

اس حدیث پاک میں کوئی اشکال کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیساکہ استخارہ کی مسنون دعاء میں ہے کہ یا اللہ تمہارے علم میں فلاں بات خیر ہے تو میرے لئے مقدر فرما۔

بہرحال آپ اپنے اشکال کو واضح کر کے لکھیں اور جواب کے لئے جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔" فقط والسلام"

محمد زکریا ۲۵-۳-۹۲ء

اشکالات وجوابات — فضائل درود شریف

مکتوب نمبر (۵۷)

ذو المجد والکرم مخدومنا المعظم والمحترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فضائل درود شریف اور آپ بیتی میں بروز جمعہ بعد العصر اسّی مرتبہ اس درود شریف کی تعداد مذکور ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وسلم تسلیما۔ جی چاہتا ہے کہ بعد العصر بروز جمعہ مغرب تک درود شریف ہی کا ورد رکھا جائے۔ اب عرض یہ ہے کہ مغرب تک اسی درود شریف کا ورد مناسب ہوگا یا تعداد مذکورہ کے بعد کسی دوسرے درود شریف کا ورد یا ذکر مناسب ہوگا۔ بات گو ظاہر ہے لیکن حضرت کے ارشاد سے تسلی ہو جاتی ہے:

جواب مکرم ومحترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون! عصر سے مغرب تک بہ نیت اعتکاف اوراد میں مشغولی رہنا تو بہت مناسب ہے۔ میرے والد صاحب کا

ہمیشہ یہی معمول رہا۔ اتنی مرتبہ درود مذکورہ کے بعد اختیار ہے چاہے درود شریف پڑھا جائے یا دعا میں مشغول رہا جائے۔ درود زیادہ اچھا ہے۔ لیکن زیادہ بہتر وہ ہے جسمیں انجذاب زیادہ ہوجائے، چاہے یہی ہو یا کوئی دوسرا۔ دعا رالبتہ امت کے لئے تھوڑی بہت ضرور ہونی چاہیئے:

محمد زکریا ۹ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

مکتوب نمبر (۵۸)

بخدمت شیخ الحدیث صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

آپ کے تبلیغی نصاب کے درود کے فضائل میں بہت ساری خرافات پائی ہیں۔ لیکن کسی کی بھی دلیل نہیں۔ بغیر دلیل کے باتوں کو شائع کرکے لوگوں کے ایمان میں خلل کرنا یہ بالکل جائز نہیں۔

اس خط کے مطالعہ سے آپ کے دل میں میرے متعلق بدگمانیاں ہونگی لیکن اگر آپ اس کو اخلاص کی نیت سے بار بار مطالعہ کریں تو آپ کو یقیناً ایمان کا نور نظر آئیگا۔ اور دین کا صحیح راستہ اختیار کرنے میں کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑے گی، جس کا پھل کل انشاء اللہ محشر میں ضرور دیکھو گے۔

پیارے شیخ الحدیث صاحب! دین کا صحیح فکر آج دنیا میں ہی ہونا چاہیئے آخرت میں نہیں۔ وہاں صرف جزا اور سزا کا دن ہے، آج کی دنیا والوں کی لعنت کا خیال مت کیجئے، کل محشر کے عذاب کا ڈر دل میں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسکا چھٹکارا ملنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔" وما علینا الا البلاغ۔" لہ

جواب ..... آپ نے اس خط کے شروع میں اس ناکارہ کے رسالہ فضائل درود میں بہت سی خرافات بتلائی ہیں۔ اس ناکارہ نے تو جہاں تک یاد ہے اسمیں ہر چیز دوسروں ہی سے نقل کی ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، اور اکابر کے واقعات بھی خود اکابر ہی کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔

لہ یہ ایک طویل مکتوب تھا جس کو ملخص کرکے نقل کردیا گیا۔ مرتب

اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ اور آپ کو آپ کے مخلصانہ مشوروں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔"

محمد زکریا ۲۰ شعبان ۱۳۹۱ھ۔

مکتوب نمبر (۵۹)

بخدمت اقدس جناب مولانا زکریا صاحب محدث! سلام مسنون!

میں نے آپ کی تصانیف ترجمہ شمائل ترمذی، فضائل قرآن، نماز، روزہ تبلیغ دیکھی۔ ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ درود شریف کی خاص خاص مقداروں کے لئے خاص خاص فضائل ہیں۔

یہ بات عاشقان حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تشریح طلب ہے آپ کی تحریر سے اخلاص اور حب نبوی مترشح ہوتا ہے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں گا اگر یہ تبلادیں کہ کون کون سے درود شریف کے کیا کیا فضائل ہیں:

جی تو یہ چاہتا ہے کہ آپ اس مد میں بھی تحریر صدقہ جاریہ چھوڑ جائیں۔ اگر آپ کی تصنیف اس بارے میں نہیں ہے تو کسی اور معتبر کتاب کا نام لکھدیں۔ دلائل الخیرات سے میرا مقصد حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسمیں مختلف درودوں کے فضائل نہیں ہیں۔" فقط:

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ فضائل درود شریف لکھنے کا اصرار تو دوسرے اکابر کا بھی ہے مگر قریب میں اس سعادت کی امید نہیں۔ حضرت تھانوی کا رسالہ زاد السعید ملاحظہ کریں۔ اسمیں مختلف درود کے فضائل مل جائیں گے، جو مولوی جمیل صاحب مدرسہ اشرفیہ نیلا گنبد سے مل جائیگا:

محمد زکریا عفی عنہ ۱۷ محرم ۱۳۷۵ھ

مکتوب نمبر (۶۰)

فضائل درود فصل دوم حدیث ۲ کے ضمن میں (لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب حرز ثمین ۱۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب الدرالثمین

فی مبشرات النبی الامین ہے اور الحرز الثمین حصن حصین کی شرح ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ املار نقل کرنے والے سے چوک ہوئی ہے یا میرے سمجھنے میں غلطی ہے۔ کیونکہ کتاب میں الحرز الثمین کو شاہ صاحب کی تصنیف قرار دیا گیا ہے۔

جواب آپ نے صحیح لکھا ہے۔ یہ کاتب کی غلطی ہے در ثمین صحیح ہے۔ یہی بنادیں۔ اسکو لکھنے کے بعد ایک جدید غلطی پر تنبہ ہوا کہ فضائل درود میں (حرز ثمین کا حوالہ) نمبر ۱۳ غلط ہے نمبر ۱۶ ہونا چاہیے۔ فقط

محمد زکریا ۶، شوال سنہ ۹۲ھ

مکتوب نمبر (۶۱)

فضائل درود میں ایک مقام پر مص لکھا ہے لیکن حصن حصین میں مس ہے اور یہ مستدرک حاکم کا اشارہ ہے۔ ان الفاظ کے متعلق ارشاد فرمائیں کہ صحیح کیا ہے تاکہ کتابت میں آپ کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

جواب آپ نے فضائل درود کے ایک مقام پر لفظ مص کے بارے میں لکھا ہے۔ لیکن فضائل درود کا صفحہ وغیرہ کچھ نہیں لکھا۔ جب تک وہ دیکھا نہیں جائیگا۔ اس وقت تک رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ ویسے حصن حصین کی یہ دو رمز ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ مص سے اشارہ ہوتا ہے، مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف اور مس سین سے مستدرک کی طرف۔ اسلئے فضائل درود کا صفحہ تحریر فرمادیں تاکہ مراجعت کی جاسکے کہ یہ روایت مصنف کی ہے یا مستدرک کی۔ یہ ناکارہ امراض میں مبتلا ہے اور سفر حجاز بھی سر پر مسلط ہے اگر جلد خط تحریر فرمادیں تو اچھا ہے تاکہ اپنے سامنے جواب لکھوادوں، حجاز سے خط وکتابت دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے لئے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے۔ فقط

محمد زکریا عفی عنہ ۶، شوال سنہ ۱۳۹۲ھ

ذیل کے اس مکتوب میں مجموعی طور سے تقریباً فضائل کی ہر کتاب پر اشکال کیا گیا ہے اور یہ تمام اشکالات ایک ہی صاحب کی جانب سے ہیں۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اس خط کو ترتیب کا لحاظ کئے بغیر آخر میں رکھا جائے (مرتب)

مکتوب نمبر (۶۲)

مکرمی محترمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بندہ یہ عریضہ اپنے وطن سے لکھ رہا ہے۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے موسم گرما میں اس طرف آنا مشکل تھا۔ ویسے اپنے احباب کو ہدایت دیتا رہتا ہوں اور بتوفیقہ وہ حسب استطاعت کام کر رہے ہیں۔ جیسے کہ آپ کو اطلاعات ملتی رہی ہوں گی۔

کتب فضائل میں مسامحات کے متعلق قبل ازیں مطلع نہ کر سکا، اب تحریر کرتا ہوں۔

(۱) فضائل نماز میں حدیث نمبر آٹھ فصل ثانی حقبہ والی بے اصل ہے اس کا اخراج ضروری ہے۔

(۲) حدیث نمبر دس فصل اول کی تخریج ابوداود میں کہاں ہے اسی طرح صفحہ ستتر (۷۷) پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ اور ابو عبیدہ کا قصہ دونوں بے اصل ہیں، اور اکثر روایات احیاء، نزہۃ المجالس، نزہۃ البساتین، تنبیہ الغافلین، منبہات موضوع ہیں۔ اور منبہات کا پر لطف قصہ نمبر بیس کا لکھنا تو مناسب نہ تھا۔ اسی طرح اور واقعات۔ یہ کتاب غلطی سے حافظ ابن حجر کی طرف منسوب ہو گئی ہے (دیکھئے کشف الظنون)۔

نیز صفحہ بارہ پر امام اعظم کا کشف بے بنیاد ہے۔ حضرت شعرانی صاحب ایسی باتیں لکھدیتے ہیں۔ اور صفحہ انسٹھ (۵۹) پر بارہ دن تک ایک وضو وغیرہ بھی بظاہر مبالغہ آمیز اور بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

متعلقہ چہل حدیث :- صفحہ ترپن خاتمہ حدیث (۶) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ میں ذکر سے حفظ قرآن لینا بداہۃً غلط ہے۔ اگر اور مقامات کی طرح حضرت تھانوی کا ترجمہ لکھتے تو یہ غلطی سرزد نہ ہوتی۔ جس کے لئے آخر میں دسیتم

الَّذِیْنَ الآیۃ بھی لکھدیا۔

حفظِ قرآن کہاں ہر ایک کے لئے فرض وواجب ہے، پھر حضرت عزیر علیہ السلام والی مثال دیکر معاملہ کو اور پیچیدہ کر دیا۔ ذرا غور سے اس مثال کو پڑھا جائے۔ اور اہلِ علم کی رائے لی جائے (بغیر شخصیت کے ذکر کرنیکے)

اور صفحہ چالیس ۴۰ پر لکھدیا کہ قرآن کا پڑھنا نفل ہے یہ تو سنت موکدہ ہے۔ جیسا کہ اور جگہ زور سے ثابت فرمایا ہے۔ یا ممکن ہے کہ فرض وواجب کے مقابلہ میں اصطلاح نفل کو استعمال کیا ہو۔ بہر حال تو ہم ضرور ہے۔

اس کتاب میں بعض اور بھی چند ایک ایسی باتیں ہیں :

برکات ذکر:۔ صفحہ انتیس ۲۹ حدیث نمبر دس ۱۰، مرے ہوئے گدھے کے متعلق درود کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔ صرف حق تعالیٰ کا ذکر ہے، مشکوٰۃ شریف دیکھ لیجئے۔

صفحہ اٹھانوے پر یہ عجیب تحقیق ہے کہ متقی کیلئے الحمدللہ مناسب ہے۔ صرف ذوقی چیز ہے، صفحہ ایک سو اکتیس (۱۳۱) اور ایکسو اٹھاسی (۱۸۸) پر تسبیحات فاطمہ تو سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ہے نہ کہ چاروں کلمے۔

صفحہ ایکسو ستتر (۱۷۷) پر استنجا میں نہ جا سکنے کا واقعہ کیا ہی عجیب ہے۔ بیت الخلاء بھلا انوار کی جگہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو جنات اور خبائث کام کرتے ہے

صفحہ ایکسو سات (۱۰۷) پر لاحول ولا قوۃ کے متعلق یہ حدیث ہے نہ کہ لا الٰہ الا اللہ کے متعلق۔ مشکوٰۃ شریف دیکھ لی جائے۔

صفحہ ایکسو پینسٹھ (۱۶۵) پر حدیث مسلم کو ضعیف لکھدیا۔ جامع صغیر میں اکثر ایسی غلط باتیں طبع ہو گئی ہیں۔ بڑی تحقیق چاہیئے۔

رسالہ تبلیغ طبع ۱۹۳۱ء۔ صفحہ تیئیس (۲۳) پر نصف حق اللہ کا ہے اور نصف بندہ کا، یہ تشریح طلب ہے۔

صفحہ پچیس ۲۵ پر بت پرستوں سے پہلے بدکار عالم کو سزا دیجائے گی، اس کا حوالہ مطلوب ہے۔

صفحہ اٹھائیس ۲۸ پر اجازتِ زنا والی روایت غالباً احیاء کی ہوگی، تحقیق کرنی چاہیئے تھی، تخریج عراقی یا اتحاف زبیدی (شرح احیاء) سے اسکی صحت معلوم کرتے۔
صفحہ ستائیس ۲۷ پر، حبِ سگ یہ تو ناجائز ہے، عشقیہ مضمون ہے۔
صفحہ اڑتیس ۳۸ پر مع الصادقین سے مُراد صوفیاء مشائخ ہیں۔ ان صوفیاء سے پہلے کون لوگ مُراد تھے؟ ہاں بطورِ عموم اسمیں یہ لوگ بھی آجاتے ہیں۔ مگر مرتبۂ احسان والے، نہ کہ استغراق وجذب والے۔"

حکایاتِ صحابہ۔ میں بہت سی اشیاء قابلِ تحقیق ہیں۔ ان کے متعلق بعد میں لکھوں گا۔ آخیر میں عرض ہے کہ ان تحقیقات کو نیک نیتی پر محمول کیا جائے، معاذ اللہ جرح وقدح مقصود نہیں"

جواب از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون! گرامی نامہ دیکھ کر اول وہلہ میں تو مجھے بڑا فکر ہوا کہ اسقدر فحش اغلاط ان رسائل میں رہ گئیں۔ حالانکہ میں اپنے علوم پر عدم اعتماد کی وجہ سے طباعت سے قبل متعدد اہلِ علم کی نظر سے ان مؤلفات کو گذار دیتا ہوں۔ مگر رسائل کی طرف مراجعت کے بعد اتنی فکر باقی نہ رہی بلکہ میرے خیال میں یہ زیادہ تر آپ کے تشدد کا اثر ہے۔ آپ کے مزاج میں ان امور میں تشدد ہے جو کچھ عیب کی بات نہیں ہے کہ بعض اہلِ علم ہمیشہ ایسے امور میں متشدد ہوتے چلے آئے ہیں۔ ابن قیم۔ ابن الجوزی متشدد لوگوں میں ہیں۔ حافظ ابن حجر۔ علامہ سیوطی رحم لوگوں میں ہیں۔ متشددین حضرات کا وجود بھی اہم اور مفید ہے کہ رحم لوگ اعتدال سے نہ بڑھ جائیں، عریضہ کا جواب ارسال ہے۔ دوبارہ غور فرمالیں۔ اور جو کچھ اس عریضہ کے بعد خیال مبارک میں آئے بے تکلف تحریر فرمائیں۔

فضائل نماز۔ میں حقبہ والی حدیث کا بے اصل ہونا میری نظر سے باوجود تلاش کے اب تک نہیں گذرا۔ آپ نے اسے بے اصل تو تحریر فرما دیا مگر حوالہ تحریر نہیں فرمایا۔ یہ میں خود بھی اس حدیث کے ختم پر لکھ چکا ہوں کہ مجھے ابھی تک

کتب حدیث میں نہیں ملی۔ لیکن مجالس الابرار خود معتبر کتاب ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اسکے بعد اب اس کی روایت کو رد کرنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ میرے لئے اس کا محرک یہ پیدا ہوا تھا کہ اکثر مبلغین کی زبان پر یہ مضمون آتا تھا اور لوگ اسکی تحقیق کرتے تھے۔ اسی لئے مجھے اس کی تلاش میں بہت سا وقت خرچ کرنا پڑا۔ اسی وجہ سے میں نے اسکو طلم اجدہ کے ساتھ ذکر کیا۔

(۲) ابوداؤد کی روایت کتاب الجہاد باب التجارۃ فی الغزو میں موجود ہے

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصہ صفحہ سنتر (۷۰) پر مجھے نہیں ملا۔ مختلف صفحات پر یہ رسائل طبع ہوئے ہیں۔

(۴) اسی طرح حضرت ابوعبیدہ کے قصے سے کونسا مراد ہے۔ اسکی توضیح کی بھی ضرورت ہے۔ اور بے اصل ہونے کیلئے دلیل کی بھی ضرورت ہے۔ احیاء وغیرہ میں روایات موضوع ہونے سے تو انکار نہیں مگر یہ کلیہ بھی نہیں ہے کہ ان کتب میں سب روایات موضوع ہیں۔

(۵) منبہات کے پر لطف قصے میں کوئی مانع سمجھ میں نہیں آیا۔ اس روایت کا مضمون دوسری روایات سے مؤید ہے اور اصول کے موافق ہے۔ ان سب حضرات کی یہ خصوصیات مشہور ہیں۔ نیز منبہات کا حافظ ابن حجر کی طرف منسوب ہونا مصر و ہند ہر جگہ کی مطبوعات کی ابتداء میں مشہور چیز ہے۔ اسکے خلاف کیلئے بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کی نفی نہیں کی۔ بلکہ لزین القضاۃ احمد بن محمد الحجری المتوفی سہ لکھا ہے یہ عبارت محتمل ہے۔ زائد سے زائد یہ ہے کہ صاحب کشف کو پتہ نہ چلا ہو۔ ایک معروف چیز کو محتمل سے رد کر دینا اب تک سمجھ میں نہیں آیا۔ مجھے اس پر اصرار نہیں کہ یہ حافظ ہی کی تالیف ہے مگر ہاں اس مشہور کے رد کرنے کے واسطے کسی حجت کی ضرورت ضرور سمجھ رہا ہوں۔ اور اگر اس کو مان ہی لیا جائے کہ یہ حافظ کی تالیف نہیں، تب بھی حضرت تھانوی نے

اسکو کتب معتبرہ میں شمار کیا ہے۔ ان سب کے رد کیلئے کسی اونچی ہستی کے رد کی ضرورت ہے۔

(۶) امام صاحب کا کشف دربارۂ ماء مستعمل ایک نہایت معروف چیز ہے اس وجہ سے اسکو رد کر دینا کہ علامہ شعرانی نے اسکو لکھدیا، تشدد مفرط نہیں تو اور کیا ہے۔ صحیح احادیث میں کثرت سے وضو کرنے سے اعضاء کا معاصی سے پاک ہوجانا منقول ہے۔ صاحب ہدایہ نے ماء مستعمل کی نجاست کی علت انتقال الاثام الیہ لکھا ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے سعایہ میں امام صاحب کے اس واقعہ کو .... استدلال میں پیش کیا ہے۔ امام صاحب کے مناقب میں اس نوع کے متعدد واقعات ہیں۔ اور یہ چیز تو میرا خیال ہے کہ ہر زمانے کے اکابر میں اکثر پیدا ہوجاتی ہے کہ نوعیت معصیت کا ان کو کشف ہوجاتا ہے۔ پھر جو کشف صحیح احادیث سے ثابت ہو ہمیں نہ معلوم آپ کو کیوں اشکال پیش آیا۔

نیز آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت شعرانی ایسی باتیں لکھدیتے ہیں سمجھ میں نہیں آیا وہی شخص وہ بات لکھے گا جس کے فن کی وہ ہو۔ یقیناً کشف وکشوف اور اس نوع کے واقعات صوفیہ اور اہل معارف کے فن کی چیزیں ہیں۔ وہ ہی اس قسم کے واقعات لکھیں گے۔

(۷) بارہ دن تک ایک وضو کا رہنا یقیناً بلکہ قطعاً ہم لوگوں کے لحاظ سے مبالغہ آمیز ہی نہیں بلکہ قریباً ناممکن ہے۔ مگر اہل مجاہدات کے اس نوع کے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے لحاظ سے اسمیں اور اس جیسی چیزوں میں یقیناً مبالغہ باقی نہیں رہتا۔ ہم لوگوں سے نہ مجاہدہ ہوتا ہے اور نہ ہمارے قوی مجاہدوں کے متحمل ہیں۔ اسلئے ہمیں یقیناً دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو حضرات کئی کئی دن تک کچھ نہ چکھتے ہوں ان کو اگر حدث پیش نہ آئے تو کیا بعید ہے۔ چنانچہ امام مالک اور امام اوزاعی کے اس نوع کے واقعات بکثرت کتب میں ملتے ہیں۔

بہ جہل حدیث :- وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ میں حفظ مراد لینے پر جس شدومد سے آپ نے انکار فرمایا ہے وہ بھی تشدد ہی ہے۔ اگر حضرت تھانوی

نور اللہ مرقدہٗ نے ایک تفسیر اختیار فرمائی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ تمام تفاسیر غلط ہو جائیں۔ اگر آپ جلالین دیکھ لیتے تو شاید اتنا تشدد باقی نہ رہتا۔

علامہ سیوطی نے خصائص صفحہ دوسو آٹھ (۲۰۸) جلد دوم میں حفظ کتابہم کو اس امت کی خصوصیات میں شمار کر کے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اکثر مفسرین اس کو احد الوجوہ فی تفسیر الآیۃ کہتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یا تو میں خود اپنے مافی الضمیر کو واضح نہیں کر سکا یا آپ نے نہایت سرسری طور سے بے التفاتی میں اس کو دیکھا ہو۔

میرے کلام میں ہر شخص کے لئے فرض وواجب کہیں نہیں ہے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا۔ الآیۃ ان لوگوں کے بارے میں لکھا ہے جو اسکے حفظ کو لغو اور حماقت اور بے کار اضاعت بتلاتے ہیں۔ حضرت عزیر کی مثال تو میرے خیال میں بہت ہی واضح ہے۔ اور جس کارنامے پر پہلے لوگ اپنے بڑوں کو نبی کہنے لگے وہ کارنامہ اس امت میں فضول سمجھا جائے یا للعجب۔

آپ کا جیسا خیال ہے دوسرے اہل علم اس پر ضرور غور کر لیں اور اصلاح کی ضرورت ہو تو ضرور کر دی جائے۔ صفحہ چالیسؔ پر نفل تو فرض کے مقابلہ میں خود ہی موجود ہے۔ اسمیں کیا ابہام ہے۔ سُننا واجب ہے اسکے مقابلہ میں پڑھنے کو نفل لکھا ہے۔ اسکے علاوہ جو امور ہیں وہ بھی آپ ضرور تحریر فرمادیں تاکہ غور کر لیا جائے۔

برکات ذکر۔ اگر مشکوٰۃ شریف کی روایۃ میں صرف اللہ جل شانہ کا ذکر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری حدیث میں درود نہ ہو۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث مستقل اور یہ مستقل دوسری حدیث ہے۔ جو حضرت جابر کی روایۃ سے نقل کی گئی ہے جس کو جامع الصغیر میں بروایۃ ابوداؤد طیالسی وشعب بیہقی وغیرہ ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح لکھا ہے اسمیں عن غیر ذکر اللہ

و صلوٰۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا لفظ موجود ہے۔

متقی کے لئے الحمد للہ کے متعلق آپ کا اشکال صحیح ہے کہ صرف ذوقی چیز ہے لیکن جب کہ دو حدیثوں میں تعارض ہے کہ ایک میں افضل الدعاء، استغفار ارشاد فرمایا گیا ہے اور دوسری میں افضل الدعاء، الحمد للہ فرمایا ہے تو ان دونوں کو لامحالہ مختلف حالات پر حمل کیا جائے گا۔ جیسا کہ خود رسالہ میں بھی مختلف طرح جمع کیا گیا ہے۔ اسی اختلاف احوال کے ذیل میں اگر استغفار کی افضلیت گنہ گاروں کے حق میں ہو اور حمد کی غیر عصاۃ کے حق میں، تو اس جمع میں کیا مانع ہے۔ یقیناً یہ ایک ذوقی چیز ہے کہ استغفار گنہ گاروں کے زیادہ مناسب ہے اور حمد متقیوں کے۔

تسبیحات فاطمہ کوئی شرعی اصطلاح تو ہے نہیں، ان اذکار پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو تلقین فرمائی۔ ان میں اکثر روایات میں تین ہی کلمے وارد ہوئے ہیں، دو کلمے تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ اور ایک کلمہ چونتیس ۳۴ مرتبہ، لیکن بعض روایات میں تین کلمے تینتیس ۳۳ مرتبہ اور تمام المائۃ تہلیل وارد ہے۔ بعض میں تہلیل چونتیس ۳۴ مرتبہ بھی آیا ہے۔ اس لحاظ سے چاروں پر اگر اطلاق کر دیا گیا۔ بالخصوص جب کہ بہت سی روایات میں یہ ہے کہ چاروں کلمے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تلقین فرمائے تو اس لحاظ سے تغلیباً بھی اطلاق صحیح ہے۔

بیت الخلاء کا محل خباثث وجنات ہونا بندہ کے خیال میں اسکے تو منافی نہیں کہ وہاں انوار نہیں ہو سکتے۔ کونسی جگہ ایسی ہوگی جہاں اللہ کا نور نہ ہو۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر بیان القرآن حصہ مسائل السلوک میں ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن اس سے قطع نظر غالباً آپ کو کبھی رائے پور جانے کی شاید نوبت نہیں آئی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے زمانہ میں بلکہ اب تک بھی خدام جنگل ہی میں استنجے کو جاتے ہیں۔ اور رائے پور کا جنگل بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ

کے زمانہ میں انوار سے کتنا معمور ہوگا۔ اسکو میں کیا بتا سکتا ہوں۔
کسی حدیث میں لاحول کے متعلق ننانوے بیماریوں کا علاج وارد ہونا بھی اسکے منافی نہیں کہ کسی دوسرے کلمہ میں اتنی بیماریوں کا علاج نہیں ہے۔ جناب تو ایک روایت دیکھنے کے بعد بقیہ روایات کا انکار فرما دیتے ہیں۔ یہ مستقل حدیث ہے جس کو سیوطی نے بروایۃ ابن عساکر ابن عباس سے نقل فرمایا۔ ان قول لا الٰہ الا اللہ تدفع عن قائلہا تسعۃ وتسعین بابا من البلاء ادناہا الھم۔

حدیث مسلم شریف کو میں نے ضعیف نہیں کہا بلکہ غالباً آپ نے خیال نہیں فرمایا۔ بندہ نے اس حدیث شریف کے متعلق مسلم کی تخریج بھی نقل کی ہے اور سیوطی کی رائے اور اس کے متعلق ضعف کی بھی نقل کردی گئی۔ اس سے کون حدیث پڑھا ہوا انکار کرسکتا ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی بہت سی روایات پر اہل علم نے کلام کیا ہے۔ سو روایات بخاری شریف میں متکلم فیہ ہیں۔ اور ایک سو بتیس (۱۳۲) مسلم شریف میں۔ یہ امر آخر ہے کہ وہ تنقید صحیح ہے یا نہیں۔ لیکن جب علماء نے ان پر انتقاد فرمایا ہے تو اس کو اگر ظاہر کردیا، تو نہ معلوم یہ عیب ہوا یا مدح ہوئی۔ خود یہ حدیث ہی ان احادیث میں ہے جن پر دار قطنی نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ اس کو صحیح مسلم میں غلط طور پر ذکر کیا ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اسکا رفع صحیح نہیں ہے بلکہ یہ موقوف ہے۔ اگرچہ نووی نے صفحہ تین سو انیس (۳۱۹) پر امام مسلم کی حمایت کی ہے۔ اسی طرح ترمذی نے اسکے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف نقل کیا ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے اگر سیوطی کی رائے ضعف کی ہو۔ اور امام مسلم کی رائے رفع کی قوت کی وجہ سے صحت کی ہو تو نہ امام مسلم پر اعتراض ہے اور نہ علامہ سیوطی پر، اور اس ناکارہ نے دونوں کو واضح کردیا تو شاید کچھ بہتر ہی ہوا نہ کہ قابلِ تنقید۔

رسالہ تبلیغ۔ نصف حق تعالیٰ شانہ کا الخ۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ نہار لغوی میں اول نصف میں کوئی نماز فرض نہیں۔ اور نصف آخر میں دو نمازیں فرض

ہیں۔ اسی طرح رات کے نصف اول میں دو نمازیں مغرب وعشاء، فرض ہیں۔ اور نصف آخر میں کوئی نماز فرض نہیں۔ اور جن اوقات میں نماز فرض ہے۔ اہل اصول کے نزدیک عزیمۃ یہ ہے کہ وہ پورا وقت نماز کا ہے، جیسا کہ نور الانوار میں ہے یہ رخصت ہے کہ مختصر نماز پڑھی جائے۔ اس لحاظ سے نصف آخر دن کا اور نصف اوّل شب کا گویا حق اللہ ہے۔ یہ طویل بحث حکم احکام سے تعلق رکھتی ہے۔

بُت پرستوں سے پہلے بدکار عالم کو سزا ترغیب منذری میں باب الترہیب میں اَنْ تَعلم وَلا یعمل یہ میں ہے۔ اجازت زنا والی حدیث احیاء میں بھی ہے اور تخریج عراقی سے محشی نے نقل کیا ہے۔ رواہ احمد باسناد جید رجالہ رجال الصحیح۔ ا۔ھ۔

اور مسند احمد میں بھی ہے۔ صاحب اتحاف نے بھی عراقی کی عبارت بالا ...نقل کی ہے اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ حب سگ عشقیہ مضمون ہے صحیح ہے۔ بندہ نے عشق کا ہی ضابطہ لکھا ہے۔ محبت کے ضابطہ میں تو اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ جواز وعدم جواز سے رسالہ میں تعرض مجھے نہیں ملا۔"

فقط والسلام

محمد زکریا ۲۱ شوال سنہ ۶۴ھ

مختصر فہرست

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

معلم الحجاج عکسی — مع اضافات جدیدہ

تالیف: حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور

سفر حج اور طریقہ حج و زیارت اور دیگر تمام ضروریات اور معلومات وغیرہ میں اس کتاب سے بہتر جامع اور مفصل کتاب اب تک شائع نہیں ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ عرصہ چالیس ۴۰ سال سے یہ کتاب مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ اور حجاج اس کتاب کی روشنی میں اپنا حج شریعت کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، ضخامت ۳۸۴ قیمت ۱۰ روپے

تذکرۃ الخلیل عکسی — مع اضافہ و اصلاحات

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ جن کا علم و تفقہ خدمت حدیث شریف اور تقویٰ و پرہیزگاری عالم آشکارا ہے۔ یہ ان ہی کی سوانح حیات ہے۔ جس کو ان کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی۔ مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی، اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری کے بھی حالات ہیں۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ کے حواشی، اضافے، اور اغلاط کی تصحیح کے بعد یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔" جدید ایڈیشن

سائز ۱۸×۲۲/۸ ضخامت ۴۶۴ قیمت مجلد ۱۶/۵۰

اختلاف الائمہ

تالیف:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ۔

یہ رسالہ اپنے موضوع پر بہترین رسالہ ہے۔ اسمیں ائمہ مجتہدین کے درمیان ہونیوالے اختلافات کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۴۶ھ میں لکھا گیا اور ۱۳۹۱ھ میں پہلی مرتبہ کتب خانہ اشاعت العلوم نے طبع کیا۔

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، ضخامت ۹۶ ، قیمت ۲/۵۰

تقریر بخاری، اردو

جمع و ترتیب ، مولوی محمد شاہد ، سہارنپوری

یہ حضرت اقدس شیخ الحدیث زاد مجدہٗ کے درس بخاری کے افادات کا مجموعہ ہے جو تین متفرق تقریروں کو سامنے رکھکر ترتیب دیا گیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے اختلافات احادیث متعارضہ کے درمیان جمع وتطبیق کو بلیغ انداز میں بتلایا گیا ہے۔ ابتدا میں بیش قیمتی مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب کے عنوان سے پیش کی گئی ہیں۔ ابتک اس تقریر کی دو جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ باقی تیزی کے ساتھ زیر طبع ہیں۔ پاکستان میں بھی یہ تقریر طبع ہو چکی ہے۔ دونوں جلدوں میں کتاب مواقیت الصلوٰۃ تک تقریر ہے۔

سائز ۲۰×۳۰/۸ ، مجموعی صفحات ۱۰۰۴ ، قیمت جلد اول ۱۲/۰
" ثانی ۱۲/۵۰

تاریخ مظاہر، جلد اول

تالیف:۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب زاد مجدہٗ ، تکمیل ، مولوی محمد شاہد سہارنپوری،

اس کتاب میں عالم اسلام کی دینی اسلامی درسگاہ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سالہ حالات (از ۱۲۸۲ھ تا ۱۳۳۲ھ) اسکے ارتقائی منازل کا سنہ وار تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت شیخ نے ۱۳۳۵ھ میں لکھی تھی جسکو

۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ اس کتب خانہ نے طبع کیا ۔

سائز ۲۰×۲۶/۸ ضخامت ۱۶۹ ، قیمت مجلد ۸/۰

مکتوبات تصوف ، جلد اوّل

جمع و ترتیب :- مولوی محمد شاہد سہارنپوری ، اس کتاب میں حضرت شیخ زادمجدہ کے ایکسو انیس (۱۱۹) خطوط جمع کئے گئے ہیں - اب اس کتاب کی بقیہ جلدیں مکتوبات شیخ کے نام سے طبع ہو رہی ہیں ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ ، ضخامت ۱۵۰ ، قیمت مجلد ۸/۰

تاریخ مشائخ چشت

تالیف ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زادمجدہ - تکمیل ، مولوی محمد شاہد سہارنپوری ۔

اس کتاب میں مصنف زادمجدہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے لیکر درجہ بدرجہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب تک کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں - اس طور پر یہ کتاب تینتالیس (۴۳) بزرگان دین کے حالات پر محیط ہے :

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت (۳۶۰) قیمت مجلد سادہ ۱۲/۰۰ ، ریگزین ۱۳/۰۰

تاریخ مظاہر ، جلد دوم

تالیف ، مولوی محمد شاہد سہارنپوری ، یہ کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے - پہلے باب میں مشہور دینی درسگاہ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے پچاسی سالہ حالات (۱۳۰۳ھ سے لیکر ۱۳۸۳ھ تک) بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں - اور آخر میں سو سالہ عرصہ میں جتنے ممبران و سرپرستان ، ناظم و مہتمم ، صدر مدرس ، شیخ الحدیث ، مدرسین ، مفتیان کرام مظاہر علوم میں بنائے گئے وہ سب لکھدیئے گئے - دوسرے باب میں اٹھاون ممتاز فضلائے مظاہر کے حالات ان کے علمی و تصنیفی کارنامے لکھے گئے ہیں -

سائز ۲۰×۲۶/۸ ، ضخامت ۲۸۰ ، قیمت ۱۳/۰۰

اکابر کا سلوکؒ واحسان

ازافادات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم تصوّف کی حقیقت، سلوکؒ کے موانع، آداب مریدین، مقدمہ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مرتبہ محمد اقبال ہوشیارپوری

فضائل زبان عربی

جس میں زبان عربی کی فضیلت اور اس کے سیکھنے کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کی گئی ہے۔ مؤلفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی اعلی اللہ مراتبہ کے تین مکتوب

مع اضافات مفیدہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ

داڑھی کا وجوب

جس میں احادیث نبویہ اور فقہائے کرام ومشائخ عظام کے ارشادات ودیگر اقوال سے داڑھی کی ضرورت اور اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اور یہ بتایا گیا ہے کہ داڑھی سید الکونین اور باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور ان کا طریقہ رہا ہے۔

فتنۂ مودودیت

جس میں جماعت اسلامی کے امیر اور اس کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی دینی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے، اور بتلایا گیا ہے کہ وہ اپنی تحریرات اور تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں کو جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ کسقدر گمراہ کن اور غلط ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ اشاعۃ العلوم محلہ مفتی سہارنپور

٧٨٦

اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ ذَکَرَہٗ

سوانح قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب العالم

حضرت اقدس مولانا الحاج الحافظ رشید احمد قدس سرہ العزیز

تذکرۃ الرشید

عکسی

تالیف

حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ

باہتمام تصحیح ناشر

1977

ناظم کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور